بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

حضرت شیخ کا

# اتباعِ سنّت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کی چند جھلکیاں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جس طرح حضرت قطب الاقطابؒ نے احادیث کی شرح کرنے میں حدیث کے ہر ہر جزو کو تفصیل سے بیان فرمایا اسی طرح اس امامِ ربانی نے زندگی کے ہر شعبہ عبادات، اخلاق وعادات، معاشرت ومعیشت میں سنّت کے ہر ہر جزو پر عمل کرکے بھی دکھلا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔

تألیف

صوفی محمد اقبال مدینہ منورہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۳۶۷ بہادر آباد، کراچی ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت شیخ کا

# اِتباعِ سُنّتؐ اور عشقِ رَسُولﷺ

تألیف


حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)


معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری


**مکتبہ اقبالیہ**

**نور حراء پبلیشرز**



ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281



١١ رجب المرجب ١٤٤٣

بار دوم ــــــــــــ ۱۴۰۶ھ
تعداد ــــــــــــ ۱۲۰۰
باہتمام ــــــــــــ حافظ محمد شاہد
طابع ــــــــــــ احمد برادرس پرنٹرز ناظم آباد کراچی
ناشر ــــــــــــ مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۵
قیمت ــــــــــــ

ــــــــ ملنے کے پتے ــــــــ

(۱) اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
(۲) مدینہ اسٹیشنری مارٹ انارکلی لاہور
(۳) کتب خانہ مظہری گلشنِ اقبال کراچی
(۴) مکتبۃ الایمان و مکتبۃ الکوثر، باب المجیدی مدینہ منورہ
(۵) المکتبۃ الامدادیہ، باب العمرہ، مکہ مکرمہ، سعودی عرب

# غیبی امداد و تشکر

اس رسالہ کو مرتب کرنا کوئی علمی کام نہ تھا لیکن مجھ جیسے عامی آدمی کے لئے اتنا کام بھی مشکل سے ہوتا خصوصاً بیماری کی وجہ سے لکھنے کی بھی قدرت نہ تھی۔ ایک کاپی پر صرف مواد جمع کرلیا تھا کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب راولپنڈی مجاز حضرت شیخ دامت برکاتہم تشریف لے آئے۔ ان کو تو لکھوانا شروع کردیا۔ اسی دوران حضرت کے خصوصی خلفاء میں سے حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی، حضرت مولانا عبد الرحیم متالا مہتمم معہد اسلامی الرشیدی زامبیا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مہتمم دار العلوم بری انگلینڈ تشریف لائے۔ انہوں نے رسالے میں میری بعض عبارتوں کی اصلاح کی اور کئی جگہ حذف و اضافہ بھی کیا۔ اور مولانا عبد الرحیم صاحب نے تو حضرت شیخ دام مجدہم کی خدمت میں شوق ظاہر کیا کہ وہ بھی اس طرز پہ ایک چہل حدیث لکھیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دوسری چہل حدیث کی بسم اللہ حضرت سے کروائی۔ بسم اللہ کے بعد حضرت کے حکم سے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس دام مجدہم نے دعا کرائی۔

رسالہ کی تکمیل کے بعد حضرت کے مجاز ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے بھی حرف بحرف رسالہ کو پڑھا اور غلطیاں درست کیں اور وہ تو اس کے اصل محرک ہی تھے۔ اس طرح حضرت اقدس کے پانچ خلفاء کی نظر سے پورا رسالہ گزرا اور ان کی توجہات شامل حال ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے اہتمام کرنے کے حکم کی برکت ہے جس کا شروع رسالہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ و صلی اللہ علی النبی الامی و علی آلہ وسلم۔

**نوٹ:** مولانا عبد الحفیظ صاحب نے دیگر خدام کی موجودگی میں اس رسالہ کے مسودہ کو حضرت اقدس قدس سرہ کو سنایا، آپ کو سنانے کے بعد احقر نے طباعت کے لئے پاکستان بھیج دیا لیکن افسوس کہ حضرت اقدس کی حیات میں رسالہ کی طباعت مکمل نہ ہو سکی اب آپ کے وصال کے بعد اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ **محمد اقبال**

مدینہ منورہ

قال اللہ تعالیٰ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٭ ٭ ٭

ترجمہ !

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو، تاکہ محبت کرے تم سے اللہ، اور بخشے گناہ تمہارے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

# عشق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ شیخ

یعنی

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کے عادات و معمولات میں فنا فی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کے نمونے

جس کے پڑھنے سے

معلوم ہوگا کہ جس طرح حضرت شیخ دام مجدہم نے احادیث کی شرح کرنے میں حدیث کے ہر ہر جز کو تفصیل سے بیان فرمایا، اسی طرح اس عالمِ ربانی نے سنت کے ہر ہر جز پر عمل کر کے بھی دکھلا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔

مرتب

محمد اقبال ۔ مدینہ منورہ

# "رسالہ شانِ شیخ"

## کے متعلق بشارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کتب کی افادیت اور دیگر مصالحِ حسنہ کی بنا پر عام طور سے دستور چلا آرہا ہے، کہ علماء و مشائخ عصر سے تقریظ یا مقدمہ اور دعائیہ الفاظ شروع میں درج کیے جاتے ہیں۔ احقر اس بارے میں یہاں ایک بشارت ہی درج کردینا کافی سمجھتا ہے۔

حضرت مولانا الحاج عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم خلیفۂ مجاز حضرت قطب الاقطاب مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے مدینہ منورہ میں شب شنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت حضرت اقدس شیخ کی نسبت باطنی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سُنا کہ ایسی نسبت کم واصلین و کاملین کو مرحمت کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا: یہ برکت ہے کمال حفظِ شریعت کی اور کمال قدردانی طریقت کی۔

پھر حضرت مولانا نے احقر کے واسطے دعا کے لئے عرض کیا، کہ وہ رسالہ چہل حدیث لکھ رہا ہے جس میں ان احادیث کے متعلق حضرت (شیخ دام مجدہم) کا عمل ہے۔

دیکھا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کچھ اوراق ہیں اور بغور ان کا معائنہ فرمارہے ہیں (احقر اس وقت تک کچھ اوراق لکھ چکا تھا) پھر فرمایا:

"بہت اہتمام سے یہ کام کریں۔ اصل رأس اعمال تو یہی اتباعِ سُنّت ہے باقی تصوف و ذکر سے اس کی قیمت و وزن بڑھایا جاتا ہے۔"

پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا:

"جب یہ لکھا کریں تو ہمہ تن میری طرف متوجہ ہوا کریں فائدہ ہوگا۔" انتہیٰ
اللہ تعالیٰ تعمیل ارشاد گرامی کی توفیق دیں۔

حضرت مولانا موصوف نے شبِ یک شنبہ ۱۲ ربیع الثانی کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو کچھ وہاں ہے (یعنی حضرت شیخ کے ہاں) وہ سب یہیں سے گیا ہوا ہے دونوں ایک ہی چیز ہے مگر یہ حسنِ انتظام کی وجہ سے ہے کہ مستفیدین ان کے ذریعہ سے اس فیض سے مستفید ہوں۔"

# اِس مجموعہ میں

مندرجہ ذیل چھ۶ بابوں میں چالیس۴۰ سے کچھ اوپر حدیثیں ہیں ۔


| | | |
|---|---|---|
| بابِ اوّل : | اخلاص نیت : اس پر حضرت کا عمل ۔ | ۱۲ |
| بابِ دوم : | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں : اور اس کے مطابق حضرت کا عمل ۔ | ۱۶ |
| بابِ سوم : | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کے بیان میں: اور اس کے مطابق حضرت کے اخلاق ۔ | ۲۶ |
| باب چہارم : | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر : اور اس کے مطابق حضرت کی عبادت کا حال ۔ | ۴۳ |
| باب پنجم : | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کا ذکر : اور اس کے مطابق حضرت کے واقعات ۔ | ۶۱ |
| باب ششم : | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت اور زہد و سخا کے بیان میں : اور اس کے مطابق حضرت کی معیشت اور سخاوت کے واقعات ۔ | ۶۶ |

# تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ :

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے اوائل ۱۴۰۲ھ ہندوستان کے دورہ پر تشریف لے جانے کے بعد حضرت کی شدید علالت اور مدینہ پاک جلد واپسی کی خبریں آنا شروع ہوگئیں۔ مگر فوری واپسی نہیں ہوئی۔ حضرت یہاں سے جتنے دنوں کا ارادہ فرماکر گئے تھے اتنے دن وہاں قیام فرماکر واپس تشریف لائے۔ گویا جتنے دنوں کی مدینہ پاک سے جانے کی اجازت یا حکم تھا اتنا ہی وہاں قیام رہا۔ ان دنوں یہاں پر احقر کی طبیعت بہت پریشان تھی ایک روز دل بہلانے کے لئے حضرت اقدس کی کوئی کتاب پڑھنے کا ارادہ کیا تو ہاتھ میں خصائلِ نبوی شرح شمائل ترمذی آگئی۔ جس کے مطالعہ سے ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ضمن میں درود شریف، ذکر اللہ اور حضرت اقدس کی شرح کے جملہ انوارات بیک وقت حاصل ہوکر خوب جی لگا۔ یہ مبارک کتاب تو پہلے بھی کئی دفعہ پڑھی ہوئی تھی۔ مگر اس مرتبہ ایک عجیب بات حاصل ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق اور معمولات اور واقعات میں سے جو پڑھتا اسی کے مطابق حضرت اقدس کے معمولات اور واقعات یاد آتے جاتے تھے۔ بہت پرانے پرانے واقعات یاد آئے۔ اور حضرت کے وہ معمولات جو اب معذوری کی وجہ سے چھوٹ چکے ہیں وہ بھی آنکھوں کے سامنے آتے گئے۔ جس سے حضرت کا فنافی الرسول ہونا ایسے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث یاد آئی:

عن سعد ابن هشام قال: سألت عائشة ام المؤمنين

رضی اللہ عنہا فقلت اخبرنی عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت اما تقرأ القرآن ؟ فقلت بلیٰ فقالت کان خلقہ القرآن ۔ (مسلم) شمائل الرسول ابن کثیر: ص ۵۸

ترجمہ : سعد بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیے ؟ انہوں نے فرمایا قرآن نہیں پڑھتے ؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں تو فرمایا کہ آپ کے اخلاق تو بالکل موافق قرآن تھے

اسی طرح بندہ سے اگر کوئی حضرت اقدس کے عادات و معمولات کے متعلق پوچھے تو بندہ بلا تکلف کہہ سکتا ہے کہ خلقہ خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت شیخ کی تمام باتیں سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں ۔

کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے احوال سے اخذ کئے گئے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ تو نہیں رہ سکا اس لئے حضراتِ صوفیۂ کرام میں کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت کا ظہور ہوا اور کسی جگہ دوسری حالت کا شیوع ہوا ۔

لیکن ہمارے آقا و مرشد میں سب سے زیادہ جامعیت کا کمال ہے ۔ اگر کوئی حضرت کی سیرت لکھے تو حضرت کی بڑی خصوصیات میں اخلاص ، زہد اور جامعیت کو خصوصیت سے بیان کرے گا ۔ کیونکہ ان کا امامِ شریعت و طریقت ہونا اور قطب الاقطاب ہونا ظاہر ہے ۔ اور قطب کا مقام صوفیاء کی اصطلاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اور اس کا قلب محلِ نظر باری تعالیٰ ہوتا ہے ۔ جیسا کہ " امداد السلوک " میں اس کی تصریح ہے ۔ اخلاص و کمال اتباعِ سُنّت حضرت کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے ۔

شمائل ترمذی کے مطالعہ کے دوران بندہ کو جو مذکورہ بالا کیفیت حاصل ہوئی ۔ اس کو بندہ نے اپنے یارِ طریقت ڈاکٹر اسماعیل صاحب سے ذکر کیا تو اوّل انہوں نے

پھر دوسرے بزرگوں نے بھی حکم فرمایا کہ اس تطابق کے لحاظ سے حضرت اقدس کے حالات و معمولات جمع کئے جاویں کیونکہ یہ مجموعہ اتباعِ سُنّت کی ترغیب میں بہت مفید ہوگا۔ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نزولِ رحمت کا باعث ہوگا اور حضرت کے متوسّلین کیلئے حضرت کے فیوض حاصل ہونے کا سبب بھی ہوگا۔ کیونکہ اس کے پڑھتے وقت شیخ سے رابطہ و محبت میں اضافہ ہوگا۔ جو حصولِ فیض کی کلید ہے۔

چنانچہ آج مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ بروز بدھ بنامِ خدا اس رسالہ کو شروع تو کردیا۔ اللہ تعالیٰ تکمیل کرادے اور مرتب اور قارئین کرام کو اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق اور کامل اتباع نصیب فرماکر اپنی رضا و محبت سے نواز دے۔

اس رسالہ میں ہر باب کے متعلق اوّل قرآن پاک کی آیات، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عاداتِ شریفہ کے متعلق حدیث شریف نقل کی جائے گی اس کے بعد اس کے مطابق حضرتِ اقدس کا معمول لکھا جائے گا۔ اس طرز پر فی الحال چالیس احادیث جمع کرنے کا ارادہ ہے اور احادیث کے انتخاب میں ان سُننِ مبارکہ اور احکامِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لحاظ رکھا جائے گا۔ جن پر آج کل عوام و خواص میں بالعموم عمل متروک ہوچکا ہے اور اتباعِ سُنّت کے جذبے سے حضرت اقدس کے معمولات میں ان کا اہتمام رہا ہے۔ اسی طرح سے انشاء اللہ تعالیٰ چہل حدیث کی تبلیغ اور مُردہ سُنتوں کے احیاء کی کوشش میں جس کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ

من احیٰی سُنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید

اس رسالہ کا شمار ہوجائے تو اللہ کے کرم سے کیا بعید ہے وما ذٰلك علی اللّٰه بعزیز۔

**اِتّباعِ سُنّت**: ۔ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے

محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ تمہیں محبوب بنالے گا۔"
"درِ منثور" میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ جل شانہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

"تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔"

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ:

"میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں۔"

مشہور صوفی شیخ ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں مگر میں انہیں بغیر دو گواہ (کتاب وسُنّت) کے قبول نہیں کرتا۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

یعنی اطاعتِ رسول، خدا تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے۔

اصل چیز اتباعِ سُنّت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا جو شخص اتباعِ سُنّت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب و مقرب ہوگا۔ روشن دماغی چاہے اس کے پاس کو بھی نہ آئی ہو۔ اور جو شخص اتباعِ سُنّت سے جتنا دور ہے اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا ہی دور ہے چاہے وہ مفکرِ اسلام، مفکرِ دنیا، مفکرِ سمٰوٰت بن جائے۔ (اکابر علماء دیوبند)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ۔ امّا بعد :

# بابِ اوّل

## باب الاخلاص واحضار النیۃ فی جمیع الاعمال والاقوال والاحوال البارزۃ والخفیۃ ※

قال اللہ تبارک وتعالیٰ :۔

وَمَآ اُمِرُوۡٓا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ.

### حدیث نمبر ۱

ــــــــ عن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ : اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّيَّاتِ ۔ الحدیث

ترجمہ :۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سارے اعمال کا مدار نیتوں پر ہے ۔

**فائدہ :۔** یہ حدیثِ پاک بہت ہی اہم حدیث ہے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "المسند الجامع الصحیح" میں سب سے پہلے اسی حدیثِ پاک کو نقل فرمایا ہے ۔ اور اس کو اصطلاح میں "اخلاص اور للّٰہیت" سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اس کا خلاصہ عام فہم یہ ہے کہ جو بھی عبادت اور جو بھی دینی کام کیا جائے وہ صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی رضا کے لئے کیا جائے کوئی اور مقصد اس کے علاوہ نہ ہو ۔ اب ہم اس سلسلہ میں اپنے حضرت اقدس کا عمل مختصر نقل کرتے ہیں ۔ ویسے تو حضرتِ اقدس کی ساری زندگی اور ساری ہی دینی خدمات لِلّٰہ فی اللّٰہ ہی ہیں

اور ہر کام میں سوائے رضاءِ الٰہی کے اور کوئی مقصد نہیں رہا۔ بڑی بڑی چیزوں میں اور چھوٹی سی چھوٹی باتوں میں بھی حضرت اقدس کے پیشِ نظر اپنے مالک اور خالق کو خوش کرنے کے علاوہ اور کوئی خیال کبھی نہیں آیا۔ حتیٰ کہ کبھی بازار سے بہت تھوڑی سی چیز بھی خریدنے کی نوبت آئی تو وہ بھی کسی مہمان ہی کی نیت سے خریدی گئی۔ اس کی شرح اور تفصیل کے لئے بہت سے صفحات بھی کافی نہیں ہوں گے۔ ہم صرف یہاں ایک اہم واقعہ پر اکتفار کرتے ہیں۔

ہمارے حضرتِ اقدس کی ساری زندگی اور ساری جوانی جس بیش قیمت اور بیش بہا مشغلہ میں خرچ ہوئی وہ خواص وعوام سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرتِ اقدس کا وہ مبارک کارنامہ شرحِ حدیث کا جو "اَوجز" اور "بَذل" کی شکل میں عرب وعجم میں پہنچ چکا ہے، اور جس کی خاطر بعلوم حضرت والا کو کیا کیا قربان کرنا پڑا۔ دنیوی بڑے بڑے عہدے اور معقول اونچی تنخواہیں اور عالمِ شباب کے جذبات اور امنگیں اور راتوں کی راحتیں اور شیریں خواب، اور اس کے علاوہ اللہ جلّ شانہٗ ہی جانتا ہے کہ کن کن چیزوں کو اپنے مولیٰ کی رضا کی خاطر ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد جب اللہ جلّ شانہٗ نے پردۂ غیب سے ان کتب کی ٹائپ کی طباعت کا انتظام فرما دیا اور بڑی محنتوں اور مشقتوں اور لاکھوں کے اخراجات کے بعد جب "بذل" اور "اوجز" ٹائپ پر چالیس سالہ تمناؤں کے بعد طبع ہوئی تو حضرت کے ایک عزیز اور مخلص نے حضرتِ والا سے یہ عرض کیا کہ:

"حضرت! آپ لاکھوں کے مصارف سے یہ کتب طبع کرا رہے ہیں اور آپ نے ان کی رجسٹری تو کرائی نہیں؟ جونہی یہ کتب طبع ہو کر منظر عام پر آئیں گی فوراً ہی کوئی تاجر اس کو آفسٹ پر طبع کرالے گا اور آپ کی قیمت کے چوتھائی پر اس کو فروخت کرے گا، اس کا تو کام بن جائے گا اور آپ کی کتابیں بوجہ گراں ہونے کے یوں ہی رہیں گی۔"

اس پر حضرتِ والا نے جواب دیا اور جواب بھی ماشاء اللہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

کے طرز پر، جس کو قرآنِ پاک میں جابجا نقل کیا گیا ہے :

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ

ارشاد فرمایا کہ " اگر کوئی ایسا ارادہ کرے گا تو میں اس کو فوٹو کے پیسے اپنے پاس سے پیش کروں گا "۔

اور آگے حضرت والا کا توکل بھی پڑھنے کے قابل ہے اور دل کی گہرائی میں بسانے کے قابل ہے ۔ فرمایا : " پھر میری کتابیں بھی فروخت ہو جائیں گی "۔

چنانچہ دونوں باتیں اسی طرح ظہور میں آئیں کہ حضرت کی کتاب ابھی تجلید کے مرحلہ میں تھی کہ دوسروں کی چھپی ہوئی بازار میں آکر بکنا شروع ہو گئی جس کو دیکھ کر حضرت کو بہت ہی مسرت ہوئی اور اس طرح سالوں کی دیرینہ تمنا اللہ جلّ شانہٗ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت والا کی پوری فرمائی ۔ اور اس جدید طباعت کی تکمیل پر نبوی جواہر پاروں کو عمدہ طباعت اور خوبصورت تجلید میں دیکھ کر حضرت والا کو جو خوشی اور مسرت ہوئی تھی اس کے دیکھنے اور جاننے والے اب تک موجود ہیں ۔ اور جہاں تک اس سے مالی منفعت کا تعلق ہے اس کے متعلق تو کچھ لکھنا بھی شاید سوءِ ادبی ہی ہوگا ۔ اتنے ہی فقرہ پر اکتفا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس سے کوسوں دور چلے گئے ۔ اور حضرت کے متعلقین تقریباً اس سے بخوبی واقف ہیں کہ بہت سی کتابیں تو مدارس اور اہلِ علم کے پاس ہدیۃً بھجوا دیں اور جو بچ گئیں بمشکل اس سے اخراجات پورے ہوئے ۔ مدینہ منورہ میں دوبارہ چھپنا شروع ہو گئی جس کے مالی منافع سے حضرت نے کوئی تعلق نہیں رکھا ۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت والا کا مقصد ان شروحِ حدیث سے ان کی نشر و اشاعت ہے اور اس پر لاکھوں کے اخراجات سے صرف اللہ جلّ شانہٗ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنا تھا اور بس ۔ جزاہ اللّٰہ عنّا وعن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء واحسن الجزاء ۔

اور یہی وجہ ہے کہ اس ضعف و پیری میں اور گوناں گوں امراض کے باوجود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا نضر اللہ امرأً الحدیث کا صاف مشاہدہ ہوتا ہے اور بے اختیار زبان پر آتا ہے :

لہ محیا جمیل باھر نضر ۔۔۔ وفی الملاحۃ فاق الترک والعربا

" آپ کا مکھڑا جمیل روشن اور ترو تازہ ہے اور ملاحت میں آپ ترکوں اور عربوں سے فائق ہیں۔"

مذکورہ کتب کی مقبولیت کے بارے میں حضرت قطب الاقطاب کا ایک رؤیا رصالحہ جس میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ جس کے متعلق بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔

۱۱ رجب ۱۴۰۱ھ بروز جمعہ احقر راقم الحروف حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کو بہت خوش دیکھا۔ فرمایا آج بہت اچھا خواب آیا۔ پھر مندرجہ ذیل خواب سنایا۔ جس کو حضرت کے روزنامچہ سے نقل کرتا ہوں :

" شب میں زکریا نے خواب دیکھا کہ میری " اوجز " کا مسودہ پورا ہو گیا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کو چلا۔ داہنی طرف علامہ زرقانی رحمہ اللہ اور بائیں طرف علامہ باجی رحمہ اللہ میرے ساتھ ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں " اوجز " کے مطبوعہ فارم تھے۔ اور وہ وہی تھے جن کو میں لے کر گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرت فرما رہے تھے اور بہت دعائیں دیں جو مجھے یاد نہیں۔ اس خواب سے بہت مسرت ہوئی اور " اوجز " کے بارے میں قبول ہونے کی امید ہوئی۔ "

# بابِ دُوم

## حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں

### عمامہ مبارک کا ذکر

قال اللہ تعالیٰ : يَا بَنِيٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ

وقال تعالیٰ

وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ ؕ

حضرت اقدس شیخ نے خصائص نبوی میں تحریر فرمایا ہے کہ عمامہ باندھنا سُنّتِ مستمرہ ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے ۔ (فتح الباری)

___ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ عمامہ باندھنا سُنّت ہے ؟ انہوں نے فرمایا ہاں سُنّت ہے ۔ (عینی)

**حدیث** :۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو ، عمامہ اسلام کا نشان ہے ، اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے ۔ (عینی)

___ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا ۔

___ عمر بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا ۔

**ف** :۔ مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے ۔ عمر بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ منظر اس وقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر خطبہ

پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

## حضرت اقدس کا معمول عمامہ باندھنے میں

ایک دفعہ حضرت اقدس نے بہت افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میرا ساری زندگی کا معمول عمامہ کا تھا۔ مگر بیماری نے جہاں بہت کچھ چھڑا دیا وہاں یہ بھی چھوٹ گیا۔ اب کئی سال سے دماغ پر اتنی شدید گرمی ہے کہ سخت سردیوں میں بھی صرف ململ کی ٹوپی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ اس سے پہلے عمامہ کا میرا ہمیشہ معمول رہا۔

(ماخوذ از "اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم")

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ تقسیمِ ہند سے قبل احقر کو حضرت کی پہلی مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت سیاہ عمامہ باندھے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے۔

افسوس کہ یہ سُنّتِ مستمرہ متروک ہو رہی ہے۔ حتّٰی کہ سردیوں میں بھی اُونی ٹوپیوں کے پہننے کا رواج ہو گیا ہے حالانکہ عمامہ اپنی ہیئت کی وجہ سے کن پٹیوں پر بھی آجاتا ہے اور اس کے شملہ سے گرمی سردی میں گردن کی بھی حفاظت رہتی ہے اور ان دونوں جگہوں پر گرمی، سردی سے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں ایک تنبیہ ضروری ہے کہ اونی ٹوپی کو کسی مُتّبعِ سُنّت بزرگ جن کی زندگی میں اتباعِ سُنّت نمایاں ہو پہنے ہوئے دیکھ کر اعتراض بھی نہیں کرنا چاہئے ممکن ہے ان کو کوئی اور عذر ہو۔ لیکن جن حضرات کو کوئی عذر نہ ہو ان کو محض اور تساہل کی وجہ سے عمامہ باندھنے میں سُستی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس دور میں جب کہ عام طور سے یہ سُنّت متروک ہو رہی ہے اہتمام سے اس کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے اس میں انشاء اللہ بڑے اجر کی امید ہے۔

## لنگی، چادر، کرتہ کا ذکر

(ف) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ لنگی باندھنے کی تھی۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے۔ علامہ بیجوریؒ کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے۔ البتہ یہ محقق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تو ہے ہی۔ اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہے اس کے علاوہ متعدد احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہننا بھی وارد ہے۔ (زادالمعاد)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان کا خلاف کرو، پاجامہ بھی پہنو، لنگی بھی باندھو!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہنتا ہوں۔ مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے، اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے۔ لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ (نیل الاوطار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔ یعنی وصال کے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا۔ حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں۔ فی الجملہ وسعت بھی ہوگئی تھی اور خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہوگئی تھی۔ اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں

سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اپنی معیشت کے لئے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اسے دوسروں پر تقسیم فرمادیتے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا وی لذّات اور تنعّمات سے اعراض تھا۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لے جاتا ہے۔ اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عُجب و تکبّر اور خود بینی پیدا کرتا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری لباس تھا اور بعض اوقات عمدہ کپڑا بھی پہننا ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے نیز ترکِ تکلّف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہوگیا پہن لیا۔ یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوص احتراز فرماتے۔

عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جارہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سُنا کہ لُنگی اُوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری اور باطنی تکبّر وغیرہ سے (نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی ہے اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رہتا ہے۔

میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہوکر دیکھا کہ وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ ایک چھوٹی سی چدریہ ہے اس میں کیا تکبر ہوسکتا ہے؟ اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم ازکم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لُنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

(ف) لنگی، پاجامہ وغیرہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔

عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لُنگی کے بارے میں استفسار کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے اور اس سے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا۔ اور جو شخص تکبر انہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے۔ (ابوداؤد)

اس قسم کی وعیدیں اور احادیث میں بھی آئی ہیں اس لئے اس کی طرف خاص طور سے توجہ چاہیئے۔ اس کے برعکس ہمارے اس زمانے میں خاص طور پر کپڑا نیچے لٹکایا جاتا ہے۔

سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصّہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچی سہی۔ اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ لہٰذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

(ف) ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے لیکن علماء نے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس پر مکھی وغیرہ بیٹھتی ہو تو ایسے شخص کو اس کی حفاظت کے لئے لنگی یا پاجامہ لٹکا لینا جائز ہے جب تک کہ زخم اچھا نہ ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کپڑوں میں سے کُرتے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

(ف) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کُرتے کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہ

علماء نے مختلف تحریر فرمائی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے۔ بخلاف لنگی وغیرہ کے، اس لئے وہ پسند تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے۔ بخلاف چادر وغیرہ کے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا۔ بخلاف بعض اور کپڑوں کے۔ حضرت شیخ مدظلہم کے نزدیک اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں سترِ عورت بھی اچھی طرح ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہو جاتی ہے۔ بخلاف اور کپڑوں کے کہ ان میں یا تجمل میں کمی رہے گی جیسے لنگی، یا سترِ عورت میں جیسے چادر۔

(ف) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دمیاطیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا۔ اور ترمذی نے بسندِ صحیح روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کرتہ پہنتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے۔ یعنی اوّل داہنا ہاتھ اس میں داخل فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسند تھی

(ف) یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتے کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ علماء نے اس کی مختلف توجیہیں بیان فرمائی ہیں۔ سب سے زیادہ سہل تو یہ، کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں، وہ بھی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی۔ یا کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۳ میں گزرا۔ اسی وجہ سے اکثر مشائخِ تصوف کا یہی

معمول رہا ہے۔ البتہ حضرات نقشبندیہ و رشاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے۔ اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی۔ نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا، اور عمدہ لباس میں تکبر اور نخوت خطرناک امور ہیں

## لباس کے بارے میں مذکورہ احادیث کے مطابق

# حضرتِ شیخ دام مجدہم کا معمول

اس باب کی احادیث میں لنگی کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ہمیشہ لنگی کی تھی۔ تو حضرت شیخ کی عادتِ شریفہ بھی ہمیشہ لنگی ہی کی رہی ہے۔ دوسری چیز کبھی پاجامہ پہننا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت کی ہمیشہ کی عادت تو لنگی ہی باندھنے کی ہے مگر صحت کے زمانے میں سردیوں میں موٹا پاجامہ اور گرمیوں میں سوتی پاجامہ بلا لنگی بھی پہنتے رہے۔

تیسری چیز لنگی اور پاجامہ دونوں کے پہننے کا حدیث پاک میں ذکر ہے تو حضرت اقدس کا اکثر اب تک بھی پاجامے کے اوپر لنگی باندھنے کا معمول رہا ہے۔

چوتھی بات لباس کا موٹا اور معمولی ہونا ہے اور بلا اہتمام عمدہ لباس کے مہیا کرنے پر تکلف نہ کرنا ہے۔ ان دونوں باتوں کو حضرت نے یوں جمع فرما رکھا تھا کہ کرتا شریف تو ہمیشہ بہت موٹے کھدر کا کتھئی رنگ کا گھر میں رنگا ہوا ہوتا تھا۔ جو سردی کے شروع میں پہنا جاتا تا پھر سردی ختم ہونے پر ہی دھلوایا جاتا۔ مگر اس وقت بھی اس میں خوشبو مہکا کرتی تھی۔ البتہ گرمیوں میں خون میں حدت کی وجہ سے کہ اس سے پھنسیاں بھی نکل آتی تھیں بعذر باریک کرتہ استعمال فرماتے تھے۔

پانچویں چیز لنگی کا نصف ساق تک ہونا مذکور ہوا۔ حضرت اقدس کے یہاں

اس کا خاص اہتمام رہا ۔ اور اس بارے میں خدام کو تنبیہ بھی فرماتے رہتے ہیں ۔

مولانا یوسف متالا صاحب اپنی کتاب " اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم " میں اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ ۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن غسل فرما کر حضرت جمعہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو ایک نیا کرتہ زیب تن فرمایا تھا۔ تو حجرہ شریفہ سے باہر جب گاڑی پر تشریف لائے (کہ حضرت پاؤں چلنے سے معذور ہو گئے تھے) تو حضرت کی نگاہ کرتے پر پڑی جو نصف ساق سے کچھ لمبا تھا ۔ فوراً خدام سے پوچھا سب نے تصدیق کی ۔ تو فوراً وہیں کھڑے کھڑے دوسرا مطابق سُنّت کرتہ منگوا کر پہنا اور اس کرتہ کو جو نصف ساق سے نیچا تھا فوراً کٹوانے کے لئے بھیج دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

یعنی اکیلا ایک فقیہ ہزار عابد سے بھی شیطان پر بھاری ہوتا ہے"

کرتہ پہننے کے بارے میں ابتداء بالیمین کا بھی ذکر آیا ۔ حضرتِ اقدس کو اس سُنّت کا ہر چیز میں ہمیشہ اہتمام رہا ۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن غسل شروع کراتے ہوئے ایک خادم نے دائیں مونڈھے پر سے پانی ڈالنے کے بجائے بائیں مونڈھے پر پہلے پانی ڈال دیا ۔ تو حضرت نے فوراً اسے ٹوکا اور فرمایا کہ تجھے سُنّت کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیئے ۔

اسی طرح ایک خادم نے پاجامہ پہناتے ہوئے غلطی سے بایاں پاؤں داخل کرنا چاہا تو حضرت نے فوراً پاؤں جھٹک کر ارشاد فرمایا کہ میرے یار ! تجھے مولوی ہوتے ہوئے بھی پتہ نہیں کہ داہنا پاؤں پہلے ڈالنا چاہیئے (معذوری کے دور میں حضرت کے لنگی باندھنے کے بعد پاجامہ کو خدام پہنا دیتے تھے)

اسی طرح دخولِ مسجد میں کبھی بھول کر بھی غلطی سے بایاں پاؤں مسجد میں نہیں پڑا ۔

(ماخوذ از " اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ")

اس باب میں ایک بات قابلِ توجہ اور بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پاجامہ پہننے کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں۔

لہذا پاجامہ پہننے والوں کو اس پردہ کی مصلحت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ آج کل اکثر پاجاموں کی ہیئت ایسی ہوتی ہے جس سے بدن بلکہ اعضاءِ پوشیدہ کی بناوٹ پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ خصوصًا اوپر کرتہ چھوٹا ہو تو سجدہ کی حالت میں شرمناک حد تک بدن ظاہر ہوتا ہے (جو ننگے کے حکم میں ہے گو نماز کے لئے جس قسم کے ستر کی ضرورت ہے وہ پوری ہو جاتی ہے) لہذا ستر کی مصلحت مذکورہ کے پیشِ نظر پاجامے یا شلواروں کے اُوپر کے حصے ڈھیلے ہونے چاہئیں۔ مولانا سید شاہد سہارنپوری نے حضرت اقدس کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں جب تنگ اور چُست لباس والوں کو دیکھتا تھا تو میرا فتویٰ تھا کہ ایسے لوگوں کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہیئے۔

چھٹی چیز لباس میں چادر کے استعمال فرمانے کا ذکر ہے۔ حضرت اقدس کے یہاں بھی چادر کے استعمال کا دائمی معمول رہا ہے۔ لیکن پہننے کی چیزوں میں کرتہ اور اوڑھنے میں چادر۔ اور اوڑھنا اس طرح سے کہ بیٹھنے کی حالت میں چادر ٹانگوں اور پاؤں پہ پڑی رہنا ضروری ہے کیونکہ حضرت کو غایت حیا اور ستر کے اہتمام کے لحاظ سے پاجامہ اور لنگی کے باوجود بغیر چادر کے بیٹھنے میں حجاب ہوتا ہے جس کو لینے لئے ننگی ٹانگیں بیٹھنا فرمایا کرتے ہیں اور حضرت کو سردی بھی ٹانگوں پر زیادہ لگتی ہے اس لئے اس لباس کو (چادر کو) محل ضرورت پر ہی استعمال فرماتے ہیں۔

ساتویں چیز پہننے کے کپڑوں میں پیوند کا ذکر ہے۔ اس میں بھی حضرت نے اپنے آقا اور مرشد کا سُنّت کا اتباع فرمانا بہت کثرت سے دیکھا ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے حضرت کی ایک کمری (بنیان) پر اس قدر پیوند تھے اور وہ اتنی بوسیدہ ہوگئی تھی کہ پوری تصویر

بھی بیان نہیں ہو سکتی ۔ احقر نے اس کو تبرک کے بہانے مانگ لیا تھا تاکہ حضرت دوسری بدل لیں ۔ حضرت نے مرحمت فرما دی تھی ۔ اور فرمایا کہ بازار سے بہت کم سے کم قیمت کا جو کپڑا ہو وہ لے آؤ تاکہ دوسری سلوالی جائے ۔ چونکہ کپڑا حضرت کے حساب میں خرید کرنا تھا اس لئے بندہ نے تعمیل ارشاد میں بہت تلاش کر کے سب سے کم قیمت چار ، پانچ آنے گز کے حساب سے کپڑا خرید کیا ۔ جب حضرت نے قیمت دریافت کی تو فرمانے لگے کہ تم تو بہت رئیس آدمی ہو ۔ اس سے کم کا کیوں نہیں لائے ۔ افسوس کہ تقسیمِ ملک کے ہنگامہ میں وہ تبرک تو ضائع ہو گیا مگر ایک روئی کی عطا فرمودہ صدری الحمدللہ موجود ہے جس میں بیسیوں پیوند لگے ہوئے ہیں معلوم نہیں کتنے سالوں کی ہو گی ۔ کیونکہ صدری پر پیوند لگانے کی جلد ضرورت نہیں پڑتی ۔ اور پھر بیسیوں پیوند ۔ اور روئی کی صدری کو دھویا بھی نہیں جاتا ۔ اس کے باوجود حضرت کے جسم مبارک کی لگی ہوئی تو خوشبو سے مہک رہی ہے ۔

اس باب کے آخر میں حدیثِ پاک میں بیش قیمت لباس کے خریدنے اور پہننے کا ذکر بھی ہوا ۔ حضرتِ اقدس نے خریدنے کے معاملے میں تو اس طرح عمل فرمایا کہ خدام کو عطیہ فرمانے کے لئے قیمتی جبے خرید فرمائے ۔ اور پہننے کے معاملے میں اس طرح عمل ہوا کہ مشائخ اور خدام نے مدینہ منورہ کے مشائخ (عربی چوغے) ہدیہ میں دیئے تو جمعہ کے روز اس کو زیب تن فرمایا ۔

اسی طرح بعض اوقات ہدیہ پیش کرنے والے کی دلداری کے طور پر اس کے سامنے استعمال فرما کر بعد میں کسی خادم کو نذر کر دیا یا کسی غیر موجود خادم کے لئے نامزد کر کے رکھ دیا ۔ شیم الحبیب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو دیبا کی قبائیں جس میں سونے کے تار بنے ہوئے تھے تقسیم فرماتے تھے اور جو ان میں موجود نہ ہوتے ان کے لئے اٹھا کر رکھ لیتے ۔

کبھی کبھی بعض لوگ اپنا مصلّے یا مشلح وغیرہ صرف تبرک کروانے کے لئے ہی حضرت کو پیش کرتے ہیں جس کو حضرت چند روز استعمال فرما کر دینے والے ہی کو اپنی طرف سے نذر کر دیتے ہیں ۔

(ف) حضرت اقدس جب چلنے سے معذور ہو گئے تو حضرت کو مصلّے پر بٹھلا کر حضرت کے

کندھوں پر مشلح ڈال دیا جاتا۔ اس وقت حضرتِ اقدس عام طور پر موت کو یاد فرماتے اور جو خادم مشلح کو جسم مبارک پر لپیٹنے لگتا تو فرماتے کہ تمہیں کفن کی چادریں لپیٹنا آتا ہے؟ دیکھو کفن میں پہلے بائیں پلڑے کو اندر لپیٹتے ہیں اور اس کے اوپر دائیں کو لپیٹا جاتا ہے۔

ایک بزرگ جب نیا کپڑا پہنتے تو یہ بھی فرمایا کرتے کہ "مُردے کا کفن نیا ہی ہوتا ہے"۔ اس طرح موت کی یاد کے ساتھ عمدہ لباس کی مضرت کا علاج ہو جاتا ہے۔

# بابِ سوم

## حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کے بیان میں

*

قال اللہ تبارک وتعالیٰ : وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝

سورۃ القلم کی اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ :

"بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو"

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا احاطہ اور احصار دشوار ہے۔ احقر اس رسالہ کی تمہید میں مذکورہ وجہ انتخاب اور چالیس احادیث کی تحدید کی وجہ سے یہاں صرف چند حدیثیں نقل کرتا ہے۔

**حدیث** :۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تالیفِ قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور گفتگو مبذول فرماتے تھے (جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ عالیہ اور کلام کا رُخ بہت زیادہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ میں سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں،

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس خیال میں ایک دن دریافت کیا کہ حضور! میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر۔

پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر۔

پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان۔

جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تصریحاً پوچھا تو حضورؐ نے بلا رعایت صحیح صحیح فرمادیا (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا۔ مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہیئے تھی)۔

(ف) یہ اوّلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص توجہ کی بناء پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اس لئے کہ پہلی طویل روایت (شمائل ترمذی میں) سے معلوم ہوچکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ افضل کو ترجیح دینے کی تھی لیکن بسا اوقات تالیف قلوب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ کفار و منافقین تک کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تالیف میں خصوصی برتاؤ تھا۔

## مدارات میں حضرتِ اقدس کے اتباعِ سُنّت کا نمونہ اور مداہنت اور مدارات کو اپنی اپنی جگہ رکھنے کی جامعیّت

---

خدام اور ہر نوع کے تعلق والوں سے حضرت اقدس کی خصوصی مدارات شہرۂ آفاق ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اپنی خصوصیت کا مغالطہ ہوجاتا ہے حتیٰ کہ

خلافِ مسلک حضرات اپنے ساتھ خصوصی خاطروں کا معاملہ دیکھ کر حضرت کو اپنے مسلک کے قریب یا نرم سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے افکار سے متأثر کئی طلباء اور مختلف جگہ کے اساتذہ کو شروع میں حضرت کے متعلق بھی خوش فہمی ہوتی رہی۔ کہ دیگر علماء و مشائخ کی نسبت حضرت شیخ نرم ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً اس کے برعکس ہے۔ جب کبھی صاف اظہار کا موقعہ ہوتا تو حضرت شیخ سب سے زیادہ سخت ثابت ہوتے۔ اپنے بڑوں کے سامنے بھی نہایت صاف لیکن ادب کے ساتھ اپنی رائے کو پوری قوت کے ساتھ ظاہر فرما دیا۔

چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ و قدس سرہٗ کو مودودی صاحب کے افکار کے متعلق ان کے استفسار پر یوں فرمایا کہ آپ دونوں (حضرت اقدس رائپوریؒ و حضرت اقدس مدنیؒ) کے جوتے سر پر رکھنا موجب عزت و فخر سمجھتا ہوں۔ مگر چار مہینے شب و روز جماعت اسلامی کی کتابیں پڑھ کر ان کی کتابوں سے اتنا تنفر ہو گیا کہ آپ حضرات متفقہ طور سے بھی کوئی حکم فرما دیں گے تو تعمیل سے معذوری ظاہر کر دوں گا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہنس کر فرمایا کہ یہ ہے ہمارے جوتوں کی حقیقت۔

اسی طرح مودودی صاحب کے خواص میں سے ایک صاحب مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے تو رات کے کھانے میں اُن کو حضرت نے اپنا مستقل مہمان بنا لیا (کیونکہ صرف رات (شام) ہی کو کھانا کھاتے تھے) اور ہند کے قیام میں صرف دن کو (دوپہر کو) ان کے آنے پر حضرت خوب ان کی خاطریں فرماتے۔ جس کا انہوں نے واپس جا کر اپنے رسالہ میں ذکر بھی کیا تھا۔ یہ سب دیکھ کر انہوں نے ایک روز مودودی صاحب (جو اس وقت حیات تھے) کے متعلق بات کرنے کا مناسب موقعہ سمجھ کر بات شروع کی۔

تو حضرت نے فرمایا کہ آپ سے اب تک دوستی کا معاملہ رہا اب آپ نے لڑائی کی بات شروع کر دی بس دوستی ہی رہنے دو۔

چنانچہ انہوں نے پھر اس موضوع پر مزید بات نہیں کی۔ یہ واقعہ تو احقر سے بے اختیار ہی لکھا گیا۔ یہاں پر اپنا ایک واقعہ تحریر کرنے کا ارادہ تھا جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذکورہ بالا واقعہ کے مطابق ہے۔

وہ یہ کہ احقر ایک دفعہ پاکستان سے حضرت اقدس کے ساتھ رمضان المبارک گزارنے سہارنپور حاضر ہوا۔ اس وقت پورا چلہ اپنے پر حضرت کی بہت ہی خصوصی توجہات اور شفقت کا برتاؤ دیکھا۔ حتی کہ حضرت کا معمول عید کے بعد دوسرے روز رائے پور جانے کا ہوتا تھا۔ اس سال کسی وجہ سے دو روز کے لئے جانا ملتوی فرما دیا۔ تو رائے پور سے قاصد وجہ التوا پوچھنے آیا۔ حضرت نے قاصد کو جو جواب دیا وہ پوری بات تو بندہ نے نہیں سنی مگر اس میں بندہ کی طرف اشارہ کر کے یہ بھی فرمایا کہ یہ مولوی صاحب کل پاکستان واپس جا رہے ہیں، ان کو رخصت کر کے ہی حاضر ہو سکتا ہوں۔ بندہ اپنے متعلق یہ الفاظ سن کر پھول گیا کہ حضرت کے رائپور جانے کی اہمیت معلوم تھی بندہ کی وجہ سے سفر کو ملتوی فرما دینا بہت بڑی بات تھی۔ اس سے بندہ سمجھا کہ میں تو حضرت کا بہت ہی خاص ہو گیا ہوں۔ چنانچہ اسی خیال اور خوش فہمی میں حضرت سے تخلیہ میں بات کرنے کے لئے وقت لیا۔ حضرت نے بہت ہی خوشی، بشاشت اور اہتمام سے وقت دے کر طلب فرمایا۔

میں نے عرض کیا مجھے اپنی چند باتوں کے متعلق حضرت سے پوچھنا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان امور میں بطور مشورہ جواب نہ دیں بلکہ فیصلہ اور حکم فرما دیں۔ تاکہ میں اسی طرح تعمیل کر لوں اور مجھے خود کچھ سوچنا نہ پڑے۔

اس پر حضرت نے مسکراتے ہوئے لیکن بہت سنجیدگی سے بالکل ہی صاف فرما دیا کہ "اوہو مولوی صاحب! تم نے تو بہت ہی اونچے درجے کی بات کہہ دی ابھی تو مشورہ ہی کے درجے میں پوچھ لو، انشاء اللہ جب وہ بات حاصل ہو جائے گی تو ویسے بھی کر لیا کرنا" ـــــ اس جواب سے بندہ کا دماغ اپنی جگہ پر آیا اور اپنی بات پر ندامت ہوئی۔

# حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی احتیاط اور حفاظت کرنے پر تنبیہ فرمانا

**حدیث** :۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی ۔ آپ نے (اجازت سے پہلے ) فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلے کا کیسا بُرا آدمی ہے ۔ یہ فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی ۔ اس کے اندر آنے پر نہایت نرمی سے باتیں کیں ۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ حضور نے حاضر ہونے سے پہلے تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے ، پھر اس قدر نرمی کے ساتھ اس کے ساتھ کلام فرمایا ۔ یہ کیا بات ہے ؟

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " عائشہ ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں "۔

(ف) اس شخص کا نام اکثر علماء نے " عُیَینہ " لکھا ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہ دل سے اس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا ۔ بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی تھا ۔ (یہ حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ بعد میں پکے مسلمان ہوئے اور ایک جہاد میں شہادت پائی )۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لئے اس کے آنے سے قبل اس کی حالت پر تنبیہ فرما دی اور چونکہ یہ بہ نیتِ اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کے لئے تھی اس لئے یہ کلام شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے ۔ اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی کا شکار نہ بن جائیں اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے ۔ بعض علماء

نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو تو اس کی غیبت جائز ہے۔ اس کے حاضر ہونے پر اس کے ساتھ نرم کلامی اس کے تالیفِ قلب اور اس کے مانوس کرنے کے لئے فرمائی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عادت تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی۔ اور اسی وجہ سے اس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کو اس پر متنبہ بھی کر دیا کہ حضور کے اس طرز کی وجہ سے اس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ معاشرت کی وجہ سے اس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جائیں یا کوئی راز کی بات اس کے سامنے کہہ دیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیت جتانے کے لئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں۔

## حدیثِ بالا کے مطابق حضرت اقدس کا احقر کو تنبیہ فرمانا

ایک دفعہ حضرتِ اقدس کو ایک صاحب کے آنے کی اطلاع ملی اور حضرت اس وقت استنجاء کے لئے اُٹھ چکے تھے اسی حالت میں احقر کو دوسرے کمرے سے فوراً طلب فرمایا۔ اور پوچھا کہ تم فلاں صاحب کو جانتے ہو؟ معروف پرانے آدمی کے متعلق سوال کرنا، نیز حضرت کے لہجہ اور توجہ سے بھی بندہ حضرت کا مطلب سمجھ گیا۔ اور عرض کیا کہ خوب جانتا ہوں۔ خوب کے لفظ سے حضرت کو بھی اطمینان ہو گیا کہ احقر نے حضرت کا مطلب سمجھ لیا ہے۔ پھر دوسرے وقت میں تنہائی میں فرمایا کہ میں نے تمہیں خبردار کرنے میں اس لئے جلدی کی تھی کہ تم حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ان کا لحاظ اور اہمیت دیکھ چکے ہو۔ اب اسی طرح کا معاملہ یہاں بھی دیکھو گے تو کہیں دھوکہ میں آکر پھنس نہ جانا۔ عرض کیا حضرت مجھے ان کے واقعات معلوم ہیں۔

فرمایا بس بس یہی مطلب ہے احتیاط رکھنا۔

حضرت اقدس کے مجازِ خاص اور مزاج شناس مولانا عبدالحفیظ مکی سے کسی نے سوال کیا کہ فلاں شخص کی حضرت سے مخالفت فتنہ پردازی کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور وہ حضرت کو چھوڑتے بھی نہیں خصوصی امور میں دخیل رہتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس کے برتاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا ؟

مولانا مکی نے فرمایا کہ یہ اتباعِ سُنّت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین تک سے ایسا ہی برتاؤ فرماتے تھے۔

حضرت اقدس کا اپنے مخالفین کے ساتھ ہمیشہ سے یہی مسنون برتاؤ رہا ہے۔ مظاہرِ علوم میں ایک صاحب جو حضرت کے خلاف ہمیشہ ریشہ دوانیاں کرتے رہتے تھے لیکن حضرت رمضان المبارک کے لئے مدنی کھجوریں اور زمزم کی بوتل سب سے پہلے خود راقم الحروف ہی کے ہاتھ ان کے پاس بھجوا دیا کرتے تھے۔ کاش کہ بندہ کو بھی حضرت کے اخلاق سے کچھ حصہ مل جاتا۔

احقر اپنا بھی ایک واقعہ لکھتا ہے۔ کہ احقر ایک لمبے سفر میں تھا اور وہاں ایک صاحب کی فتنہ پردازیاں اور حضرت کی مخالفت میں کچھ باتیں معلوم ہوتی رہیں اس لئے خیال تھا کہ اب حضرت کا ان کے ساتھ وہ پہلے والا خصوصی معاملہ نہ رہا ہوگا۔ احقر نے واپسی سے پہلے فون پر ڈاکٹر اسماعیل صاحب سے ان کے متعلق حضرت کا برتاؤ پوچھا کہ اب کیا حال ہے ؟ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ حضرت کا برتاؤ ظاہر میں حسب سابق ہی ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے مشورةً پوچھا کہ کیا مجھے بھی مدینہ منورہ پہنچ کر ان سے ملاقات وغیرہ رکھنا چاہئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حضرت کے برتاؤ کے مطابق ہمیں بھی ضرور ملنا چاہئے۔ چنانچہ میں ان سے ملاقات کا عزم لے کر مدینہ منورہ پہنچا۔ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کے بعد اس عنوان سے اجازت لی کہ اب فلاں صاحب سے مصافحہ کر آؤں ؟

حضرت نے غصہ آمیز لہجہ میں فرمایا :

"ایے تو اُن سے مصافحہ کرے گا بس رہنے دو ضرورت نہیں"۔

حضرت اقدس شیخ دام مجدہم نے ایک خط کے جواب میں یہ فقرہ لکھوایا تھا کہ :

"کئی سال ہوئے مجھے اپنے متعلق معلوم تھا کہ اس شخص نے مجھ پر جادو کیا ہے مگر وہ آدمی جب میرے یہاں آتا تو ضرور اُسے میں مُرغا ہی کھلاتا کہیں سے بھی منگوا کر اسے مرغا کھلاتا"

(بروایت حضرت مولانا یوسف متالا کہ یہ خط ان کے سامنے ہی لکھوایا گیا تھا)

اپنے ساتھ اور دوسرے مختلف دوستوں کے ساتھ گزرے ہوئے اور بھی کئی واقعات بندہ کے علم میں ہیں مگر یہاں تو صرف نمونہ کے لئے دو چار واقعات تحریر کر دیئے ۔

بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ کسی صاحب کی آمد پر حضرت نے ان کو اپنے قریب ہی بٹھایا بظاہر بہت شفقت سے ان صاحب سے باتیں کرتے رہے ، ساتھ ہی خاطر تواضع بھی کرتے رہے ۔ حالانکہ ان کی وضع قطع اسلامی نہیں تھی اور ڈاڑھی بھی صاف تھی، ان کے جانے کے بعد حضرت نے خدام سے فرمایا کہ مدرسہ کی مصالح کی بنا پر مجبوری کو یہ سب کرتے رہے کہ یہ مدرسہ کے محسن ہیں ورنہ جی چاہتا رہا کہ زور سے ان کے چہرے پر (جو ڈاڑھی منڈا تھا) تھپڑ ماروں ۔ اور یہ فرمایا کہ حدیث پاک میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے :

انا لنکشر فی وجوہ اقوام وان قلوبنا لتلعنہم ۞ ۞

(بخاری : باب المدارات : ص ۹۰۵)

ہم بعض لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے ہیں حالانکہ ہمارے قلوب میں ان کی طرف سے بغض ہوتا ہے ۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہترین عمل راہِ خدا میں بغض رکھنا ہے (کہ ثمرہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا ۔ اور محبتِ الٰہی وہ نعمت ہے کہ ہر طاعت اس کے محکوم ہے) ۔ (جمع الفوائد : ص ۳۷)

# مصالح کو جذبات پر ترجیح دینا

**حدیث :-** "حیاتِ صحابہؓ" جلد دوم

ص ۲۹۹ ۔ طبرانی نے حصین بن وحوح الانصاری سے تخریج کی ہے کہ حضرت طلحہ بن براءؓ رضی اللہ عنہ حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم سے لپٹنے لگے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک چومنے لگے ۔ اور عرض کیا رسول اللہ ! آپ مجھے حکم فرمائیں جو آپ چاہتے ہیں اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا ۔ تو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے حالانکہ وہ ( طلحہ بن براءؓ ) بچے تھے ۔ تو اس وقت ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے باپ کو قتل کرو ۔ تو وہ الٹے پاؤں نکلے کہ حکم بجالائیں ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان سے فرمایا :" آگے آؤ ( سنو ) میں ہر گز قطع رحمی کے لئے نہیں بھیجا گیا ۔

پس اس کے بعد حضرت طلحہ بن برار رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس موسم سرما میں ان کی عیادت کرنے سردی و بادل میں تشریف لائے ۔ پس جب واپس ہوئے تو ان کے گھر والوں سے فرمایا ( میں نہیں دیکھ رہا ہوں طلحہ کو مگر ان پر موت طاری ہو چکی ہے ) میرا غالب خیال ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب آچکا ہے لہٰذا مجھے اس کی اطلاع کرنا تاکہ میں اس کے پاس آؤں اور جنازے کی نماز پڑھوں اور اس کام کو جلدی کرنا ۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف تک نہیں پہنچے کہ ان کی وفات ہو گئی اور رات اندھیری ہو گئی ۔

پس طلحہؓ نے ( وفات سے پہلے ) جو فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ " مجھے دفن کر دینا اور مجھے میرے رب عزوجل سے ملا دینا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا اس لئے کہ میں ان پر یہودیوں کا خوف کرتا ہوں کہ میری وجہ سے تکلیف میں پڑ جائیں ۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح ہونے کے بعد خبر دی گئی تو تشریف لائے ۔

یہاں تک کہ ان کی قبر کے بالکل قریب کھڑے ہوگئے اور لوگوں نے ان کے ساتھ صف باندھ لی ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا ۔ اے اللہ ! آپ طلحہؓ سے اس حال میں ملئے کہ وہ آپ کی طرف ہنس رہے ہوں اور آپ ان کی طرف ہنس رہے ہوں (یعنی ہنستے ہوئے راضی ہوکر ملاقات فرمائیں) ۔

## حدیث بالا کے مطابق حضرت شیخ کا ایک واقعہ

حضرت کی مبارک زندگی میں مصالح کو جذبات پر ترجیح دینے کے بے شمار واقعات ہیں ۔ یہاں صرف ایک واقعہ لکھتے ہیں وہ بھی اختصار کے ساتھ ۔

ایک دفعہ حضرت رائپوری قدس سرہٗ دہلی ہوتے ہوئے شب میں سہارنپور پہنچے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے مصافحے کے ساتھ ہی پوچھا ۔ حضرت نظام کیا ہے ؟ حضرت نے فرمایا کہ کل پرسوں ۲ دو دن سہارنپور کے طے کر کے آیا ہوں ۔ تیسرے دن جیسا آپ کا ارشاد ہو ۔ میں نے عرض کیا کل کے قیام کی بھی اجازت نہیں ۔ صبح کی اذان کے بعد اپنی جماعت کریں چائے تیار ملے گی مدرسہ کی جماعت سے پہلے تشریف لے جاویں ۔

حضرت نے فرمایا کہ تکان ہو رہا ہے ایک دن قیام کی تو ضرور اجازت دیدیں ۔ میں نے عرض کیا کہ صبح کی اذان کے بعد آدھ گھنٹے کی بھی اجازت نہیں ۔

تبلیغی احباب کو تو جتنا غصہ آنا چاہئے تھا وہ تو قرین قیاس تھا مجھے بھائی الطاف (خادم حضرت رائپوریؒ) کا غصہ ہمیشہ یاد رہے گا ۔ اس کو بہت ہی غصہ آیا کہ دنیا تو حضرت کو ٹھہرانے کی خوشامد کرے اور یہاں حضرت خود فرمادیں اور یہ یوں کہے کہ نہیں ۔ سب کی مخالفتوں کے باوجود صبح کی اذان کے بعد میں نے روانہ کردیا ۔ میں نے حضرت سے عرض کیا جون کا مہینہ ، گرمی کی شدت ، ہمارے یہاں ان کی حت

کی کوئی جگہ نہیں اور یہ تبلیغ والے کل رات کو جلسے میں تھوڑی دیر کی خواہش وتمنا اور مجھ ہی سے درخواست کرائیں گے۔ پرسوں صبح ہمارا جلسہ ختم ہو جائے گا ظہر کے وقت میاں اور عزیز (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ) رائیور حاضر ہوں گے دو دن قیام کریں گے۔

کار میں بیٹھنے کے بعد شاہ مسعود نے بیہٹ (رائپور کے راستے میں شاہ مسعود کی کوٹھی) قیام کی درخواست کی۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب شیخ نے سہارنپور نہ ٹھہرنے دیا تو کہیں نہیں ٹھہرتا۔ طلوعِ آفتاب تک رائپور پہنچے۔ رائپور پہنچنے کے بعد دو دن تک ہر آنے والے سے سنتا رہا اور خوب سنا کہ حضرت قدس سرہٗ نے اتنی لاتعد لاتحصیٰ دعائیں دیں اور ہر آنے والے سے رائپور کا ہو یا دیہات کا فرماتے کہ میرا تو دو دن قیام کا ارادہ تھا مگر شیخ نے نہ مانا۔ محبت اس کا نام ہے۔ محبت کرنا بھی کوئی انہی لوگوں سے سیکھے۔ کیا عقل میں آوے کہ حضرت شیخ کا دل نہ چاہتا ہوگا، مگر میری راحت کو اپنی خواہش پر غالب کر کے دکھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند درجے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایسے ہی راحت دے۔ اللہ یوں کرے، اللہ یوں کرے۔ دو دن تک وہ دعائیں ملی ہیں کہ اب تک بھی جب کبھی اپنی زبردستی کا خیال آجاتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے، چنانچہ میاں اور عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم جلسہ کے اختتام پر دوپہر کو رائپور حاضر ہوئے۔

(آپ بیتی نمبر۳ : ص ۹)

## عُرفی مساوات کی بجائے حفظِ مراتب اور حقیقی مساوات کی تعلیم

**حدیث** :۔ ابوداؤد شریف میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا، اس کے بعد ایک شخص ذی ثروت جس پر اچھا لباس بھی تھا آیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بٹھایا اور کھانا کھلایا۔

راعتراض کرنے والوں سے کون سا زمانہ خالی ہوگا، کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض کیا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو۔ اور ایک ارشاد میں ہے: اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ (ترجمہ: جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے پس اس کی عزت کرو) (جمع الفوائد: ص ۴۲)

## حضرتِ اقدس کا عمل

حضرت اقدس کی حیات مبارکہ جس کا ہر پہلو انوارِ سُنّت سے منوّر ہے اس حدیثِ پاک کی روشنی میں بھی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت والا جب تک مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے رہے دسترخوان پر حسبِ مراتب بٹھانے کی خدام کو ہدایت ہوتی۔ ساتھ ہی حیثیت کے مطابق مہمانوں کی خاطر مدارات ہوتی۔ بعض مہمانوں کے لئے چپاتی ہوتی۔ اور بعضوں کے لئے گھر سے گرم روٹیاں آتیں۔ اِس طرح سالن میں بھی معاملہ ہوتا۔ لیکن اس میں حتی الوسع دو باتوں کا خیال بھی رکھا جاتا۔ ایک یہ کہ خصوصی مہمانوں کو پہلی قسط میں کھلاکر عمومی کو بعد میں بٹھایا جاتا۔ کیونکہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی قسطوں میں تو بٹھانا ہی پڑتا تھا۔

دوسرا یہ کہ کھانے کی جو چیز خصوصی مہمانوں کے لئے ہوتی یا کہیں سے آجاتی تو حضرت والا سارے مہمانوں کو اس میں شریک ضرور کرتے تھے چاہے خصوصی کے آگے پوری رکابی ہو اور بقیہ کے لئے ایک ایک چمچہ بٹ جائے۔

اسی طرح عشاء کے بعد بھی حضرتِ اقدس کے یہاں خصوصی حضرات اور خدام کی مختصر مجلس ہوتی (یہ مجلس عصر کے بعد والی مجلسِ عام کے علاوہ ہے۔ اور شمائل ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اصحاب بھی اس وقت حاضر ہوتے تھے)

اس خصوصی مجلس کے مقاصد شرح شمائل خصائص نبوی میں تفصیلاً درج ہیں۔ یہاں تو صرف ایک پہلو کا بیان مقصود ہے۔

اس مجلس میں بھی منہ دیکھ دیکھ کر چیزیں بٹتی تھیں۔ بندہ نے یہ فقرہ خاص طور سے اس وجہ سے لکھا ہے کہ بعض جاہل اسی طرح اعتراض کیا کرتے تھے۔ اگر انہیں دین کا تھوڑا سا علم بھی ہوتا یا اہل علم کی صحبت سے کچھ دینی معلومات ہی فراہم کی ہوتیں تو شاید بجائے اعتراض کرنے کے حضرت کے اس فعل کو حدیث پاک کی روشنی میں دیکھ کر تحسین فرماتے۔ بہر حال حضرت والا کے یہاں تو اصل اعتبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ہے۔ معترضین اور مخالفین سے کوئی زمانہ نہ خالی رہا نہ آئندہ کسی کے لئے خالی رہ سکتا ہے۔

مرکز تبلیغ بستی نظام الدین دہلی کا واقعہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانہ میں جب حضرت اقدس شیخ کا قیام نظام الدین میں تھا۔ تو احقر خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت وہاں دو سو کے قریب مہمان موجود تھے جو سب مسجد میں محصور تھے۔ آٹا ختم ہوگیا گیہوں پسوانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ثابت گندم ہی لنگر میں پکتے تھے اور کچھ روز بعد وہ بھی ختم ہوگئی لیکن بہت سے جانور آگئے تھے۔ تو قربانی کے گوشت کی طرح محض گوشت ہی سے پیٹ بھرا جاتا تھا۔ ان دنوں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے گھر میں کوئی میوا تن تھوڑا سا آٹا چھوٹی سی چکی میں پیس لیتی تھی جس کی چند چپاتیاں پکتی تھیں حضرت جی رح چونکہ اپنا کھانا گھر سے منگواتے تھے۔ اس لئے ایک چھوٹا سا دسترخوان ان کے کمرے میں بچھتا تھا باقی سارا مجمع باہر لنگر کا گوشت کھاتا تھا۔ اس چھوٹے سے دسترخوان پر کبھی کبھی کوئی خصوصی مہمان بھی بلالیا جاتا تھا۔ حضرت اقدس کا چونکہ وہ اپنا ہی گھر تھا اور حضرت کا ہی کا وہاں نظام چلتا تھا۔ بندہ کو حضرت کا خادم اور بیمار ہونے کی وجہ سے وہیں حضرت کے ساتھ کھانے کا حکم تھا۔

ایک روز حضرت اقدس نے بندہ سے فرمایا کہ جاؤ باہر کے مجمع سے چار پانچ

خاص خاص آدمیوں کو اندر بلالاؤ۔ بندہ نے سوچا کہ خاص خاص کا مطلب یہی ہوگا کہ جو زیادہ بزرگ معلوم ہوتے ہوں ان کو لے جاؤں۔ چنانچہ بندہ نے پرانے پرانے بزرگ میواتی و غیر میواتی بزرگ صورت حضرات کو ایک ایک کر کے اندر لے جانا شروع کیا۔ جب اسی طرح دو تین بزرگوں کو لے گیا تو حضرت نے گھور کر دیکھا اور فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، کھانا کھاؤ۔ اس دستر خوان پر فی کس ایک ایک چپاتی ملتی تھی باقی وہی لنگر کا کھانا یہاں بھی ہوتا تھا۔ پھر کسی دوسرے صاحب سے فرمایا کہ تم لے کر آؤ۔ وہ صاحب چار پانچ شیروانی والے بابو اور تاجر قسم کے رئیس اور نازک مزاج لوگوں کو لے آئے۔

سب کے جانے کے بعد حضرت نے احقر سے فرمایا تم نے اپنے خیال کے مطابق خواص کو بلانا شروع کیا تھا۔ یہاں کوئی وظیفہ پڑھنا تھا؟ یہاں تو روٹی کھانا تھی۔ ہمیں سب کو کھانا کھلانا ہے اور سب کی خاطر کرنا ہے۔ تم جن لوگوں کو لائے وہ یہاں بھوکے رہتے ان کے لئے تو باہر کا کھانا بھی بہت اچھا ہے گوشت ہے خوشی سے پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ لیکن ان حضرات سے اوّل تو وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا ہی نہ جاتا۔ اور کھا لیتے تو پیٹ میں درد ہوتا۔ ان کے لئے تو یہ اندر کا کھانا بھی مجاہدہ ہے۔

اس واقعہ سے بندہ نے سمجھا کہ اکرامِ ضیف میں ہر مہمان کی حیثیت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ حیثیتوں کا فرق اور اختلاف اور بھی کئی وجوہ سے کیا جاتا ہے کہ کوئی مستقل مہمان، کوئی ایک ہی دن کا مہمان ہوتا ہے۔ کوئی اپنا کھانا ساتھ لاتا ہے۔ کوئی محض طفیلی ہوتا ہے، کسی کے لئے کوئی مقیمین سے اپنے طور پر خصوصی خاطر کرنا چاہتا ہے۔ بزرگوں کے ہاں کوئی مہمان اپنی اصلاح اور مجاہدہ کی غرض سے آیا ہوا ہوتا ہے اور کوئی صرف ملاقات کے لئے آتا ہے۔ کسی کی تالیفِ قلب مقصود ہوتی ہے۔ کوئی اپنا خاص مخلص ہوتا ہے جہاں تالیفِ قلب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے ایثار کرانا مطلوب ہوتا ہے۔ اسی طرح امیر آدمی بہت زیادہ توجہ اور اہتمام سے جتنا خوش ہوتا ہے غریب آدمی

اس کی نسبت تھوڑی سی توجہ سے اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ یہ طرز حضرت والا کے ہر معاملہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ بھی فطری امر ہے کہ جو غریب آدمی اپنے گھر اچھی اور عمدہ خوراک کھانے کا عادی ہو اس کے لئے باسی روٹی سزا کے مرادف ہے۔

الحاصل حدیث بالا اس ارشادات گرامی کے مطابق ہر شخص کی حیثیت کا لحاظ اور رعایت کرنا حضرت اقدس کا مستقل معمول ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ غرباء اور امراء کی ملاقات میں دل جوئی کی رعایت تو امر مشترک ہے مگر کیفیت دل جوئی ہر شخص کی جدا ہے۔ اس شخص کی حالت طبیعت اور عادت کے تفاوت سے

غرض حضرت اقدس سُنّت کے مقابلہ میں عرفی مساوات اور لوگوں کے اعتراض کی پرواہ نہیں کرتے۔

**حدیث**:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری مسلم)

یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوگا جب تک اپنے (مومن) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

## حضرت کا واقعہ

۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء کے حج میں منٰی کے اندر زبردست آگ لگ گئی۔ حضرت کا قیام غیر معمولی معذوریوں کی وجہ سے ایک پختہ مکان میں آگ والی جگہ سے بہت دور تھا لیکن حضرت کے باقی اعزا و رفقاء حضرت کے خادم خاص الحاج ملک عبدالحق صاحب کے خیموں میں تھے جہاں آگ پہنچنے کا شدید خطرہ تھا جب حضرت کو آگ لگنے کی خبر ملی تو دُعا میں مراقب ہو گئے اور ساتھیوں کو بھی دعا میں مشغول رہنے کا امر فرمایا۔ اس آگ میں بہت سے خیمے جلے۔ جانی اور مالی بہت نقصان ہوا۔ اللہ کے فضل سے آگ بجھ گئی تو بندہ حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضرت

زار وقطار رو رہے ہیں۔ بندہ نے آگ بجھنے کی خوشخبری سُنائی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت الحمدللہ ہمارے یہاں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ حضرت کے متعلقین کے سارے خیمے محفوظ رہے۔

حضرت نے نہایت درد بھری اور بھرائی ہوئی آواز سے فرمایا کہ جو جل گئے وہ بھی تو میرے ہی تھے۔

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ کہانی بیان فرمانے کے ذکر میں

**حدیث :۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ایک آدمی ایک گائے لئے جارہا تھا کہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا بھی۔ اس گائے نے کہا ہم اس (سواری کے) لئے نہیں پیدا کئے گئے، ہم تو کھیتی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

لوگوں نے (یہ سُن کر بطور تعجب کے) کہا سُبحان اللہ گائے بھی بولتی ہے؟

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کا بھی۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔

اور ایک آدمی اپنی بکریوں میں تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری اٹھا لے گیا۔ چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور بکری کو چھڑا لیا۔ تو چرواہے سے بھیڑیئے نے کہا اس کو تو تو نے چھڑا لیا لیکن فتنوں کے زمانے میں جبکہ میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہوگا تو کون چھڑائے گا؟ اس پر بھی لوگوں نے (تعجب کے طور پر) سبحان اللہ کہا کہ بھیڑیا بھی بولتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کا بھی۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔ (بخاری ومسلم)

(ف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے ایمان کی وجہ سے اور ان پر پورا پورا اعتماد کی وجہ سے ان کی غیبت میں ان کی طرف سے یہ بات فرمائی۔ کیونکہ اگر وہ سُنتے تو بلا تردد ضرور تصدیق کرتے۔

(ف) حضرت امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب "شمائل ترمذی" میں ایک باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو قصّہ گوئی کے بیان میں لکھا ہے۔ اس میں نمونہ کے طور پر دو حدیثیں لکھی ہیں۔

**حدیث ۱:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصّہ سنایا (اس میں) ایک عورت نے کہا یہ قصّہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصّوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصّے ضرب المثل تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے؟ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے۔ ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانۂ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے۔ اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصّے کو حدیثِ خرافہ کہنے لگے۔

دوسری **حدیث** جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے حدیثِ امِ زرع کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں گیارہ عورتوں کا طویل قصہ ہے جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے خاوندوں کا حال بیان کیا۔

## حضرتِ اقدس شیخ دامت برکاتہم کی عادتِ شریفہ

مندرجہ بالا احادیث کے مطابق حضرتِ اقدس کی عادتِ شریفہ بھی سبق آموز حکایات اور قصص کے بیان کرنے کی رہی ہے۔ حضرت کے درسِ حدیث کے درمیان بھی کئی جگہ بیان ہوتے تھے اور حضرت اپنی مجلسِ خصوصی میں بھی پر لطف قصّے بیان فرماتے ہیں۔ اور معتبر علماء کی جمع کردہ حکایات جس میں اولیاء اللہ کی کرامات اور عبرت آمیز اور ترغیب و ترہیب اور دل کو نرم کرنے والے قصے ہوتے ہیں۔ حضرت ان قصوں کو اپنی اردو تصانیف میں بھی درج فرماتے ہیں اور ایسی کتب کو مجلسِ عمومی میں سنانے کا دستور بھی رہا ہے کہ اولیاء اللہ

کے تذکرہ سے نزولِ رحمت ہوتا ہے۔ دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے اہلِ مجلس متوجہ رہتے ہیں اور حضرت باطنی فیوض کا افادہ بھی فرماتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ جہلِ مرکب میں گرفتار متکبرین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس مجلس کو حضرت کی علمی شان و مرتبہ کے مطابق نہیں سمجھتے۔ ان کو انقباض ہوتا ہے کہ اتنے بڑے محدث و محقق کی مجلس میں عجیب و غریب کہانیاں سنائی جاتی ہیں یہاں تو صرف علوم و معارف ہی ہونا چاہیئے تھے۔ حضرت کو ان باتوں پر کبھی التفات بھی نہیں ہوتا۔ ان کے پیشِ نظر تو ہر وقت سُنّت ہی کی میزان رہتی ہے اور یہی اصل علم، اصل عرفان اور سب کچھ ہے۔ اسی طرح صلحاء کی رویاء صالحہ مبشرات، مکشوفات اور احوال کے بارے میں عوام میں افراط و تفریط پایا جاتا ہے۔ یہاں تفریط والوں کو احادیثِ بالا کا ارشاد "میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کا بھی" پر متوجہ کرنا ہے۔ اور ان امور میں افراط کا معاملہ کرنے والوں کے لئے حضرت کی کتب و مکاتیب میں جابجا تنبیہات درج ہیں۔

# بابِ چہارم

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

قال اللہ تعالیٰ: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔

ترجمہ شمائل ترمذی میں باب کے فائدہ کے تحت تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و سکون عبادت ہے۔ ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے۔ افسوس کہ اس کج فہمی و جہالت و فتن کے دور میں اب عبادت و ذکر کے عام فہم الفاظ کو مختلف معنوں میں استعمال کرنے میں بھی تشریح کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔

عبادت کے مفہوم کی تشریح حضرت اقدس کی تحریر "فتنۂ مودودیت" سے استفادہ کرتے ہوئے یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے۔ تفصیل رسالہ "فتنۂ مودودیت" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلام کا وحی کے مطابق ہونا خود قرآنِ پاک میں ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى الآیۃ

لیکن اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کو اور نورانی گفتگو کو کوئی قرآن پاک یا کلامِ الٰہی کہہ دے اور حدیثِ پاک کے پڑھنے کے ثواب میں قرآن پاک کی تلاوت کے فضائل بیان کرنے شروع کر دے تو اس کا دین میں تحریف کرنا ظاہر ہے۔ اسی طرح جب بھی کوئی کام اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اس کی رضا کے لئے کیا جائے گا تو اس کا شمار عبادت اور ذکر اللہ میں ہوگا۔ اس میں عبادت و ذکر کا ثواب بھی ملے گا۔ اس کو مجازاً عبادت و ذکر بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات عبادت اور ذکر اللہ کی حقیقت شرعیہ کو نہیں بدل سکتی۔

عبادت کی شرعی تعریف میں علامہ مناوی رح لکھتے ہیں:

العبادۃ اقصی غایۃ الخضوع و تعارف فی الشرع فیما جعل علامۃ لنہایۃ الخضوع من صلوٰۃ وصوم و جھاد و قراءۃ۔

یعنی عبادت انتہائی درجہ کے خضوع کا نام ہے اور شرع میں (عبادت) اس چیز کے لئے متعارف ہے جس کو انتہائی خضوع کی علامت قرار دیا گیا ہو چاہے وہ نماز ہو یا روزہ یا جہاد یا قرأت۔

اسی طرح ذکر اللہ کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو یاد کرنا ہے۔ خواہ بذریعہ اللہ پاک کے اسماءِ مبارکہ کے ہو یا بذریعہ کلمہ طیبہ کے تکرار کے ہو۔ چنانچہ حدیثِ پاک

میں افضل الذکر " لا الٰہ الا اللہ " کو فرمایا ہے۔

لیکن آج کل کی بدعات اور فتن میں اس کا بہت زور ہے کہ دین کی شرعی اصطلاحات اور متواتر مفہوم کی بجائے مجاز کو اصل قرار دے کر دین کی بنیادوں کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ اور اس کو "تحقیق" اور "روشن خیالی" کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس متواتر مفہوم پر قائم رہنے کو "وسیع معنی کو محدود کر دینا" کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں ارکانِ اسلام عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی کو فرمایا گیا ہے۔ اور ان کو اسلام کے دیگر احکامات متعلقہ معاملات، معاشرت معیشت، اخلاق اور خدمتِ خلق وغیرہ دیگر اعمالِ صالحہ سے الگ بیان کیا گیا ہے۔ عبادات اور دین کے باقی ضروری شعبوں کو تقریباً تمام کتبِ حدیث اور فقہ میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن بعض اعمال کو جو عباداتِ اصلیہ حقیقیہ نماز روزہ وغیرہ کے ادا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور بعض مباح امور جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں تو ان کو بھی مجازاً عبادت کہہ دیا جاتا ہے اور یہ ایسی عبادت نہیں ہوتی کہ جن کو غیر اللہ کے لئے کرنا شرک کہلائے۔ مثلاً خدمتِ خلق، بلا کسی نیت کے یا کسی دنیاوی غرض سے کسی کا جی خوش کرنے کو بطور مزدوری، ملازمت کے کی جائے تو اس کا کچھ ثواب نہ ہوگا۔ مگر یہ کام شرک بھی نہ کہلائے گا۔

لیکن عباداتِ اصلیہ یا ان کا کوئی جزو مثلاً سجدہ وغیرہ اگر غیر اللہ کے لئے ہو تو شرک کہلائے گا۔

دوسرے تمام امورِ زندگی اگر شریعت کے خلاف نہ ہوں تو وہ مباح ہوں گے اور ان کو خالص اللہ کے لئے کرنے میں ثواب ہوگا۔ اس وقت ان پر مجازاً عبادت کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمام امورِ زندگی کو بجا لانے میں جب بندہ شریعت کے احکام کا لحاظ رکھتا ہے تو گویا اللہ کے احکام کو ملحوظ رکھتا ہے۔ کہ تمام شریعت میں

اصل آمِر اللہ پاک کی ذات ہے اور ان کاموں کو خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی کے لئے کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان کاموں کے کرنے میں اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد یعنی اللہ کا دھیان حاصل رہے گا۔ اس لئے مجازاً ان کاموں کو بھی ذکر اللہ میں شمار کرلیا جاتا ہے نہ کہ معروف ذکر اللہ مثلاً کلمہ پڑھنے کا اطلاق معاملات و معاشرت یا تعلیم و تبلیغ پر کردیا جائے۔ اور معروف ذکر اللہ کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں انہیں دیگر نیک کاموں پر بھی ثابت کیا جائے یا انہی کو ذکر اللہ بتایا جائے تو یہ بات قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کی اصطلاح کے مطابق نہ ہوگی۔ کیونکہ ہر عمل صالح کے مستقل فضائل بہت ہیں ان ہی منصوص فضائل کو بیان کرنا چاہیئے۔ سب چیزوں کو خلط کرنا اور کسی عمل کی اہمیت پر زور دینے کی خاطر مجاز کو اصل اور اصل کو ذریعہ قرار دینا یا اس کی اہمیت کم کرنا دین میں خطرناک تحریف ہے۔ جس کو آج کل "روشن خیالی" اور "تحقیق" کہا جاتا ہے۔ اور عبادات کو پوجا پاٹ اور ذکر اللہ کو رسمی ورد وغیرہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔ ان باتوں سے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔

اس تنبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز کو بیان کیا جاتا ہے۔

**حدیث:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہوچکی ہے پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

## حضرت اقدس شیخ کا معمول نوافل میں

"اطاعت رسول" مصنفہ مولانا یوسف متالا، میں ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مغرب کے بعد سنتیں اتنی طویل ادا فرماتے تھے کہ سارے نمازی چلے جاتے تھے۔ اسی طرح یہی معمول ہمارے حضرت شیخ کا بھی ہے کہ یہ سنتیں طویل ادا فرماتے ہیں۔

حضرت کے یہاں مہمانوں کے ہجوم میں اس کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت کے انتظار میں سارے مہمان یا غیر مہمان مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت کا یہ سنتوں کا اہتمام سفر میں حضر میں ہر حال میں دیکھا گیا ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام رات نماز پڑھنا

**حدیث**:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو سُنا دیں۔

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات عجیب نہ تھی، ہر بات عجیب ہی تھی ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسو سینۂ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر صبح کی نماز کے لئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اتنے روئے حالانکہ آپ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی) تو مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گزار نہ ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے آخر رکوع تک کی آیات تلاوت فرمائیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چار رکعت میں سوا چھ پارے پڑھنا

**حدیث :-** حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی اس جگہ دیر تک رحمت کی دُعا مانگتے رہتے۔ اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورۃ کو ختم کر کے رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۃ بقرہ پڑھی تھی۔ اور رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والعظمۃ پڑھتے جاتے تھے۔ پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۃ آلِ عمران پڑھی اور اس طرح چار رکعت میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں۔

بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، آلِ عمران، مائدہ۔ تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اللّٰھم ارزقنا اتباعہ۔

### حضرت اقدس شیخ دام مجدہٗ

## رات بھر نماز پڑھنا اور طول قرأت کے ساتھ نوافل ادا کرنا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری رات نماز پڑھنے کا معمول دائمی تھا۔ اسی طرح

حضرت شیخ دام مجدہم کا معمول طولِ قرات کے ساتھ اوابین کا تو دائمی رہا اور حجاز کے قیام میں جب تک کچھ قوت رہی تو چاشت کی نماز میں بھی کثرت تلاوت کا معمول رہا لیکن تدریسی و تصنیفی مشاغل کی بنا پر رات کو دیر سے سونا ہوتا ہے حتیٰ کہ علمی انہماک کی وجہ سے رات کا کھانا بھی دائمی طور پر حذف فرما رکھا ہے تاکہ کھانے کے بعد نیند کا غلبہ نہ ہو۔ اس لئے گیارہ ماہ تو مختصر تہجد کا معمول ہوتا ہے اور ماہِ مبارک رمضان شریف میں چونکہ تدریسی اور تصنیفی مشاغل سے فارغ ہوتے ہیں اس لئے پوری رات نماز کے اندر تلاوت میں گزرتی ہے۔ تراویح کے بعد سے سحری تک نوافل میں تلاوت فرماتے ہیں اور دن کے نوافل کی تلاوت ملا کر روزانہ ایک قرآنِ پاک اور پانچ یا سات پارے مزید کا دائمی معمول رہا۔ اسی دن کے اوقات میں کچھ حصہ مصحف شریف سے دیکھ کر بھی ہوتا ہے۔ اور عصر سے مغرب کہ نوافل کا وقت نہیں ہوتا تقریباً پانچ پارے زبانی سُناتے کا معمول رہا ہے۔ تلاوت میں تیزی کے ساتھ تدبر اور گریہ کی حالت بھی رہتی ہے۔ اور آواز کی بلندی بھی جو زنانہ مکان کے اندر سے باہر کمرے میں ساری رات سنائی دیتی رہتی تھی۔ جس کو احقر حضرت کے کچا گھر کے مردانہ حصہ میں پوری رات سُنتا رہتا۔

حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجدِ حرام میں قرآن پڑھتے تھے اور میں حضور کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سُنا کرتی تھی۔

لیکن بعض اوقات حضرت شیخ آہستہ بھی پڑھتے تھے۔ اور حدیثِ پاک میں آہستہ اور پکار کر پڑھنا دونوں طرح کے معمول کا ذکر ہے۔

## صلوٰۃ التسبیح

**حدیث:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں، ایک بخشش کروں، ایک چیز بتاؤں، تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں۔

جب تم اس چیز کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ

چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھو۔ پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں بھی پڑھو۔ پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر سجدہ سے اُٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو دس مرتبہ (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتّر ۷۵ ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو۔ یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ ہی لو۔

(ف) اس نماز کے متعلق فقہی مسائل "فضائل ذکر" کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اقدس کا صلوٰۃ التسبیح کا دائمی معمول بروز جمعہ کا رہا ہے۔ ہندوستان کے قیام میں زوال کے بعد اور حجاز مقدس کے قیام میں زوال سے پہلے پڑھنے کا معمول رہا ہے کیونکہ حجاز میں زوال کے فوراً بعد خطبہ کی اذان ہو جاتی ہے۔ اور ماہِ مبارک میں تو روزانہ ہی صلوٰۃ التسبیح کا معمول رہا۔

اسی اعتبار سے اس حدیث پاک کے تقریباً ہر ہر جزو پر عمل ہو گیا۔ حضرت کے بعض خدام کا معمول اس نماز کو روزانہ پڑھنے کا بھی ہے۔

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا بیان

**حدیث**:۔ حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان، شعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

## روزوں کے متعلق حضرت کا عمل

اس حدیث پاک کے مطابق ہمارے حضرت اقدس نے بھی جب کہ ۱۳۸۹ھ میں سفرِ حجاز فرمایا تو اس کا اہتمام فرمایا کہ جب سے گھر سے روانہ ہوئے تو باوضو اور باصوم روانہ ہوئے۔ جب حجاز مقدس میں پہنچے تو یہاں سخت گرمی کے دن چل رہے تھے اور لو خوب چل رہی تھی حضرت والا اندر کی بنیان (موٹی کمری)، پانی میں بھگو کر زیب تن فرما کر مدرسہ شرعیہ سے جو بالکل مسجد نبوی شریف کے متصل ہے چلتے۔ مسجد شریف پہنچنے تک وہ خشک ہو جاتی اور واپسی پہ گیلی ایک لنگی سر پر ڈال کر واپس اپنے قیام گاہ پر آجاتے۔ حضرت والا کا روزوں کا سلسلہ برابر جاری رہا (اس وقت حضرت کے کمرے میں کولر بھی نہیں تھا) حضرت کے متعلقین اصرار کرتے رہے کہ اس ضعف و پیری میں اور اس لو میں آپ اس وقت روزوں کا سلسلہ موقوف فرما دیں۔ جب اصرار زیادہ ہونے لگا تو حضرت نے شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ کی نیت فرمالی اور بہت اہتمام سے سخت گرمیوں میں دو ماہ کے روزے پورے فرمائے اور اس طرح حضرت والا کی دعا، جو حضرت نے شرح شمائل میں اس حدیث پاک کی شرح کے بعد لکھا ہے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا اِتِّبَاعَهٗ۔ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس دعا کو قبول فرمالیا۔ اور حضرت نے شدید لو اور گرمی میں دو مہینہ کے روزے لگاتار پورے فرمائے۔ حفظہ اللہ و اعلی اللہ مراتبہ۔

## ایک جامع دعاء

(ف) دعا کو حدیث میں "مُخُّ الْعِبَادَةِ" فرمایا گیا ہے۔

**حدیث:۔** حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اتنی دعائیں تعلیم فرمائیں کہ ہم ان کو یاد نہ کر سکے تو ہم نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے بہت سی دعائیں ارشاد فرمادیں تو ہم ان کو یاد نہیں کر سکتے.

توحضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو ان سب دعاؤں کو شامل ہو ۔ یہ دعا پڑھا کرو :

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

ترجمہ :" اے اللہ ہم تجھ سے ہر اس خیر کا سوال کرتے ہیں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور ہر اس برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہو۔ تجھ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور ساری حاجات کی تیری ہی طرف سے کفایت ہوتی ہے ۔ اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی قوت اور نہ طاعت پر پابندی کی طاقت مگر اللہ ہی کی طرف سے "

## حضرت اقدس کا اس دعا کے متعلق معمول

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہیں کہ اس دعا کا ۱۳۳۲ھ سے میرا معمول ہے (یعنی اب سے ستر برس پہلے) ۔

## درود شریف کی فضیلت

قال اللہ تبارك وتعالیٰ :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط

**حدیث** :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود شریف پڑھنا پُل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے۔ اور جو شخص جمعہ کے دن اسّی مرتبہ مجھ پر درود بھیجے اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسّی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

تو اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

## حضرتِ شیخ زادمجدہم کا معمول

بہت عرصہ ہوا کہ ایک دفعہ احقر نے حضرت سے پوچھا کہ آپ جمعہ کے دن دیر تک عصر کے بعد کیا پڑھتے ہیں۔ تو احقر کو حضرت نے مذکورہ بالا درود شریف بتایا اور بندہ نے اسی وقت لکھ کر یاد کر لیا۔ مگر اب تو حضرتِ اقدس کا یہ معمول بہت مشہور ہو گیا اور خدام کا اس پر پابندی سے عمل ہو گیا۔ اور کئی جگہ مستقل چھپ کر شائع بھی ہو گیا۔

**حدیث** :۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو (بخاری ومسلم)

علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیثِ پاک میں ہے کس وقت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح "سفر السعادۃ" میں چالیس قول نقل کئے ہیں۔ مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔

ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم تک ہے (مگر

اس وقت دل دل میں دُعا کی جاتی ہے)۔

دوسرے یہ کہ وہ ساعت آخر دن میں ہے ۔ اس دوسرے قول کو ایک جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے ۔ اور بہت سی احادیث اس کی مؤید ہیں ۔

شیخ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر کردے تاکہ اس وقت وہ ذکر اور دُعا میں مشغول ہو جائیں ۔

**حدیث** :۔ ترمذی شریف میں بھی ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ " شاھد " (جو سورۂ بروج میں ہے) سے مراد جمعہ کا دن ہے، کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں ۔ اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دُعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے ۔ اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے ۔

## حضرت اقدس شیخ کا جمعہ کی آخری ساعت کے متعلق معمول

حضرت اقدس شیخ کی مجلس عام کا معمول ہمیشہ سے بعد عصر کا رہا ہے اسی مجلس میں باطنی افادہ کے علاوہ نئے مہمانوں کی ملاقات، چائے، گفتگو، تعویذ وغیرہ اور ضروری مختصر ڈاک وغیرہ کئی کام ہو جاتے تھے ۔ بعد میں اس مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا دستور بھی ہو گیا تھا ۔ یہ مجلس جمعہ کے روز عصر کے بعد نہیں ہوتی تھی ۔ بلکہ عصر کے بعد حضرت مسجد میں اسی دفعہ والا درود شریف پڑھ کر اپنی قیام گاہ (کچا گھر) میں تشریف لاکر کواڑ بند کر لیتے اور مغرب سے چند منٹ پہلے کواڑ کھولتے تھے ۔ اس میں دعا اور مراقبہ میں مشغولی ہوتی تھی ۔ جب حضرت کو اٹھنے بیٹھنے میں معذوری ہو گئی اور خود کواڑ بند کرنے مشکل ہو گئے تو حضرت کا ایک خادم مکان کے باہر تالہ لگا دیتا تھا تاکہ حضرت کے معمول

سے ناواقف اجنبی بھی نہ آسکے۔

ایک روز احقر پر حضرت نے خصوصی کرم فرمایا اور حکم دیا کہ تم ہی اندر سے کواڑ بند کردو، اور وہاں (کمرے کی ایک طرف) بیٹھ کر کچھ پڑھ لو۔ اس دن بندہ کو اس تخلیہ کی حالت دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ حضرت سارے وقت چارپائی پر دعا اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ بعد میں حضرت اقدس کا مستقل معمول جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک مسجد میں مراقب رہنے کا ہو گیا تھا۔ اور اس وقت ذاکرین سے تقریباً مسجد بھر جاتی تھی جو مغرب کی اذان سے کچھ پہلے تک ذکر جہری میں مشغول رہتے۔ جمعہ کی یہ مجلس بھی بہت ہی عجیب اور پُرانوار ہوتی تھی۔

## جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کا اہتمام

**حدیث**:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کوئی سورۂ کہف پڑھے تو اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا۔ اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے (شرح سفر السعادۃ)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں۔ اس لئے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے۔ واللہ اعلم وہو ارحم الراحمین۔

(ف) جو جمعہ کے جملہ آداب کا خیال کرے گا اس کو ان اعمال کے درمیان توبہ و استغفار کی توفیق بھی ہو ہی جاتی ہے۔

## حضرت اقدس کا معمول

جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھنے کا بھی دائمی معمول حضرت کا رہا ہے بلکہ اپنے متوسلین کے لئے جو معمولات کا پرچہ مرتب فرمایا ہے اس میں بھی سورۂ کہف شامل ہے۔

**حدیث**:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے۔ پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو

ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کو اس دن لازم کر لو۔

**حدیث**:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ "الٓمٓ السجدہ" اور "ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنسان" پڑھتے تھے۔

## حضرت اقدس کا عمل

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضرت کی مسجد میں امام کو ہمیشہ یہ ہدایت ہوتی تھی کہ وہ ان مسنون سورتوں کا بہت اہتمام کرے اور ہمیشہ اس پر مواظبت ہوتی۔ ماہِ مبارک میں مجمع بہت زیادہ ہوتا اس میں نووارد بھی کافی ہوتے لیکن اس کے باوجود اس پر عمل برابر جاری رہتا۔ اور لوگوں کی سہولت کے لئے نماز سے پہلے اعلان بھی کر دیا جاتا کہ پہلی رکعت میں سجدہ ہے۔ کبھی حضرت امام کو بلا کر یہ بھی فرمادیتے کہ سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر نہ چھوڑ دینا کہیں مجمع کی زیادتی سے چھوڑ دے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام عذر کر دیتا کہ میرے بس کا نہیں ہے تو حضرت مسکرا دیتے۔ اور جو امام بآسانی پڑھ سکتا ہوتا اس کو متعین فرمادیتے۔ اور اپنا ایک واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رائے پور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ تھا۔ جمعہ کی فجر کی نماز کا وقت ہو گیا کسی کو امامت کی ہمت نہ ہوتی تھی ایک مولوی صاحب نے نماز پڑھائی۔ سلام کے فوراً بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ (یعنی سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کیوں نہ پڑھی۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہی غنیمت ہے کہ نماز پڑھادی۔ آپ کے سامنے کس کی ہمت، جو آپ کی امامت کرے۔ اور فرمایا کہ میرے حضرت مدنیؒ کے یہاں بھی اس کا بہت اہتمام تھا۔ کبھی کبھار حضرت اقدس کے یہاں اس کو چھوڑ دیا جاتا جو کہ عین سُنّت ہے۔

چونکہ جمعہ کا دن بہت ہی مبارک ہے اور سارے دنوں کا سردار ہے۔ اس دن کی بہت فضیلت احادیث پاک میں آئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری

سُنتیں اس دن میں حدیثوں میں آتی ہیں۔ ہم نے بھی حضرتِ اقدس کو ان مبارک سُنتوں پر بہت اہتمام سے عمل کرتے دیکھا ہے۔

مثلاً جمعہ کا غسل جو کہ مسنون ہے حضرتِ والا ضعف و پیری اور سخت احتیاج کے پانچ چھ خادم مل کر حضرت والا کو غسل کراتے تھے، سخت سردیوں میں بھی اس کا اہتمام فرماتے۔ ساتھ ہی غسل میں سر اور ڈاڑھی میں "خطمی" کا استعمال جو کہ مسنون ہے اور جس پر عمل قریب قریب بالکل ہی متروک ہے، حضرت والا کو اس کا بہت ہی اہتمام ہوتا ہے۔ اور احقر کو اس خدمت کی اکثر سعادت حاصل رہی۔ اس کے علاوہ عطر کا استعمال اور دوپہر کے کھانے کا بعدِ جمعہ ہونا امورِ مسنونہ کا اس مبارک دن میں حضرت کے ہاں ہمیشہ بہت اہتمام دیکھا گیا۔

**حدیث** :۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا ان سَتّر رکعتوں سے افضل ہے جو بے مسواک کے پڑھی جائیں۔

ایک **حدیث** میں ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو کہ اس میں دس فائدے ہیں پہلا منہ کو صاف کرتی ہے۔ دوسرا اللہ کی رضا کا سبب ہے تیسرا شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ چوتھا مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ پانچواں فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ چھٹا مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ ساتواں بلغم کو قطع کرتی ہے۔ آٹھواں منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ نواں مرنے کے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔ اور دسواں سب سے علاوہ یہ کہ سُنت ہے۔

(ف) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی تھا۔ علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں سَتّر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

## حضرت کا مسواک کا اہتمام

حضرت کو ساری عمر سے مسواک کا بہت ہی اہتمام رہا۔ حتیٰ کہ اب دہن مبارک میں کوئی بھی دانت باقی نہیں، صرف مسوڑھوں

پر بھی مسواک ضرور استعمال فرماتے ہیں۔ اب تو اپنے ہاتھ سے مسواک کرنے کی قوت بھی نہیں رہی۔ تو دضو کروانے والا خادم اپنے ہاتھ سے حضرت کے مسوڑھوں پر مسواک ضرور پھیرتا ہے۔ اور اگر کبھی بھول جائے تو طلب فرماتے ہیں۔

## حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک، نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔

روایت ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تھے بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پاکر سمجھ لیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی اس راستے سے گزر ہوا ہے۔

خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے (جب کہ ظاہر کے ساتھ باطن بھی خوبصورت ہو) جو شخص جس درجے کا حسین ہوتا ہے ویسے ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن اور لباس سے مہکا کرتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اس لئے اس کو طبعی خوشبو لازم ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے۔

**حدیث:** حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سُکّہ تھا اس سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

## حضرتِ اقدس کا خوشبو استعمال فرمانا

حضرت اقدس کے خوشبو کے کثرتِ استعمال کو تو سب ہی جانتے ہیں لیکن حُسن کی وجہ سے بدن مبارک سے بھی خوشبو

آتی ہے۔ چنانچہ حضرت کا مشلح (عربی چوغہ) اور کرتہ پر توخوشبو لگانے کا دستور ہے۔ اندر کی بنیان پر خوشبو نہیں لگاتے مگر گرمیوں میں پسینے سے بھیگی ہوئی آٹھ روز کے بعد جب کھری بدلی جاتی ہے تو اس میں خوشبو مہکا کرتی ہے۔ مدینہ پاک کے قیام میں جب شروع میں حضرت کے کپڑے احقر کے گھر دھلتے تھے تو احقر کی اہلیہ کپڑوں کا مستعمل پانی نالی میں نہیں گراتی تھی بلکہ چھت پر جا کر دیواروں پر ڈال دیتی تھی۔

اس حدیث میں "سُکتہ" کا بھی ذکر ہے جس کے معنی اکثر علماء کے نزدیک "عطر رکھنے کا ڈبہ" ہے۔ تو حضرت کے یہاں بھی ہمیشہ ایک ڈبے میں عطر کی مختلف شیشیاں رکھی رہتی ہیں

## اذان کی فضیلت

**حدیث :۔** عن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول المؤذنون اطول الناس اعناقاً یوم القیامۃ (مسلم)

ترجمہ :۔ "حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا کہ مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن لمبی ہوں گی (بطور اعزاز کے)۔"

**حدیث :۔** حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاریؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم کو بکریاں اور صحرا بہت پسند ہیں (یعنی اکثر اوقات تم بکریوں کی وجہ سے صحرا میں رہتے ہو) تو جب تم صحرا میں ہو تو نماز کے لئے اذان دو تو آواز خوب اونچی کیا کرو۔ کیونکہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک جنّات اور انسان سب سُننے والے قیامت میں اس کی (توحید کی اور مسلمان ہونے کی) گواہی دیں گے۔ یہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔

(بخاری)

## رغبتِ ثواب

**حدیث :۔** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے غزوۂ بدر میں ہر تین آدمیوں میں ایک اُونٹ سواری کے لئے تھا حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسفر تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر پیادہ چلنے کا آیا، تو ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہم آپ کے عوض پیدل چل لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ سے قوی نہیں ہو اور نہ میں ثواب سے بے پرواہ ہوں۔ (حیاۃ صحابہؓ)

## حضرتِ اقدس کا عمل

یوں تو حضرتِ اقدس کی ساری زندگی عزیمت پر عمل اور رضائے الٰہی میں حرص اور شوق کے جذبے کی شاہدِ عدل ہے مگر یہاں احادیث بالا کے مطابق اذان کا عمل ذکر کرنا ہے۔

مساجد میں تو مؤذن مقرر ہوتے ہیں، اذان دینا انہی کا حق ہوتا ہے اور مؤذن کو اذان سے کم از کم نصف گھنٹہ پہلے مسجد میں موجود ہونا بھی ضروری ہوتا ہے جو کہ خدماتِ دینیہ خصوصاً علمی مشاغل والوں کے لئے ان مشاغلِ عالیہ کے حرج کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے سفر وغیرہ کی حالت میں دوسروں کو اذان دینے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ حضرت کو اپنی قوت کے زمانہ میں اس کا اہتمام رہا کہ اذان دینے میں سبقت کریں۔

چنانچہ جب اپنے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ ریل کا سفر ہوتا تو حضرت چلتی ریل میں ریل کی کھڑکی میں سے منہ نکال کر بہت ہی لمبی اذان دیتے۔ تاکہ اذان کی آواز کئی میل تک پہنچ جائے جو چلتی ریل میں آسان ہے۔ اور اس ترکیب سے مذکورہ حدیث کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

۱۳۸۲ھ میں جب حضرتِ اقدس دیارِ مقدس تشریف لے گئے تو جدہ سے مکہ

آتے وقت حُدیبیہ کے مقام پر مغرب کا وقت ہوگیا۔ اس سفر میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ بھی ہمراہ تھے۔ حدیبیہ میں ماثورہ مقام پر نماز ادا کرنا تجویز ہوا۔ وہاں سب خدام وضو وغیرہ کی تیاری میں لگ گئے، حضرت تو باوضو ہی تھے۔ احقر نے دیکھا کہ وقت ہوتے ہی حضرت ایک طرف بڑھے اور زور سے اذان شروع فرمادی۔

اس سُنّت اور اس کی فضیلت حاصل کرنے کا شوق عوام میں تو ہوتا ہے لیکن بڑے علماء اور مشائخ کو بہت کم اس کا اہتمام کرتے دیکھا گیا۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر اسماعیل صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۸۸ھ کے عمرہ والے آٹھ ماہانہ قیام میں بھی بندہ نے دیکھا جب کہ بندہ کی گاڑی میں سفر ہوا تھا اور بغیر سہارے کے حضرت نہ چل سکتے تھے نہ کھڑے ہو سکتے تھے اس وقت خلیص کے مقام پر مغرب کی نماز کے لئے ٹھہرے تو حضرت نے باوجود اس معذوری کے کھڑے ہو کر اذان کہی۔

# بابِ پنجم ۵

## حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع فرمانے کا ذکر

قال اللہ تعالیٰ: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۔

(ف) صاحبِ معراج سید الکونین حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے۔ صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ حقیقی تواضع تجلی شہود کے دوام بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت شیخ دام مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے ان کا احاطہ تو کیسے ممکن ہوسکتا

ہے صرف نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

**حدیث**:۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرمادیا۔ ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنالیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا۔ کسی نے پکانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! یہ کام ہم خود ہی کرلیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کرلو گے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز رہوں۔ اور اللہ جل شانہٗ وجل جلالہٗ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔

## حضرت کا عمل

(ف) تکلف اور تصنع کی تواضع اور عرفی جھوٹے وقار سے حضرتِ اقدس بہت دور ہیں۔ نہ تو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے خدام کے لئے۔ حقیقی تواضع جس کا اُوپر ذکر آیا ہے۔ اور حقیقی وقار صفائی معاملات میں، اعلیٰ خوشلگی وایثار وسخا وغیرہ حضرت کی زندگی میں نمایاں ہیں۔ خصوصًا تواضع، اور ایسی تواضع جس کے تواضع ہونے پر حضرت کو التفات بھی نہیں ہوتا۔

حضرت کا معمول تھا کہ مدرسہ مظاہر العلوم (جس کے حضرت شیخ الحدیث تھے) میں استنجاء کے ڈھیلوں کے لئے کچی اینٹیں اور حمام گرم کرنے کی لکڑیوں کی گاڑیاں آیا کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے مدرسہ کے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب اینٹوں اور لکڑیوں کی گاڑی آئے تو اُوپر درس گاہ میں مجھے اطلاع کردے۔ جب بھی گاڑی کی اطلاع آتی میں گھنٹہ کے ختم پر ایک طالب علم کو مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ (صدر مدرس) کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیتا کہ اینٹیں آئی ہیں، میں نیچے جارہا ہوں۔ مولانا مرحوم بھی فوراً پہنچ جاتے تھے۔ اور ہم دونوں کو جاتے دیکھ کر دونوں کے یہاں کی جماعتیں

ایسی دوڑتیں کہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جاتے، ہم دونوں کو تو ایک پھیرا بھی مشکل سے آتا تھا۔

**حدیث:**۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات پاپیادہ میری عیادت کو تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا۔ جس سے مجھے افاقہ ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔

**حدیث:**۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔ اور اگر شام کو کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔

## حضرت کا معمول

بیماروں کی عیادت کا معمول حضرت اقدس کا بہت کثرت سے رہا، حتیٰ کہ اب انتہائی معذوری میں بھی جب تک گاڑی میں بیٹھ کر جانے کی طاقت رہی حضرت عیادت کو جاتے رہے۔ اولیاء اللہ، مشائخ اور بڑے لوگوں کی عیادت کو تو سب ہی کے جانے کا رواج ہے لیکن اپنے ادنیٰ خادم کے ہاں جانا یہ حضرت کی کمال علوشان ظاہر کرتا ہے۔

ایک دفعہ احقر مدینہ طیبہ میں بیمار تھا اور احقر کا مکان کچے راستوں میں سے ہو کر ایک بے آباد باغ کے اندر تھا۔ حضرت اپنے خادم خاص الحاج ابوالحسن صدیقی کے ساتھ اس جگہ تشریف لے آئے اور پڑھ کر بندہ پر دم کیا۔ جس سے مجھے افاقہ ہو گیا۔ اور مجھے تکلیف کی جگہ پر دیکھ کر کوئی سہولت کی جگہ ملنے کی دعا بھی فرمائی، جس کے بعد مجھے بلا کسی کوشش کے حرم شریف کے قریب راحت کا مکان بھی مل گیا۔

**حدیث:**۔ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مردے کو غسل دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اور جو کسی

مُردے پر کفن ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے ۔

## حضرت کا معمول

مدرسہ مظاہر العلوم کے طلبہ اکثر تو دارالاقامہ میں رہتے ہیں ۔ لیکن بعض امامت کی مد میں شہر کے مختلف محلوں کی مساجد میں بھی رہتے ہیں ۔ حضرت اقدس کو جب بھی کسی غریب الوطن طالب علم کی وفات کی اطلاع ملتی تو فوراً وہاں پہنچ کر اس کو غسل دیتے چاہے رات کا وقت ہو اور جگہ بھی دور ہو ۔ اور بعض وقت فوت ہونے والا چیچک وغیرہ ایسے مرض کا شکار ہوتا جس سے گھن اور تعفن بھی ہوتا اور ظاہری نجاست سے آلودگی بھی ہوتی مگر حضرت بایں نفاستِ طبع اپنے دستِ مبارک سے اس کو غسل دیتے ۔ حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب کی وفات کے وقت حضرت پر بڑھاپے کے آثار اور امراض کی وجہ سے کئی قسم کی معذوریاں بھی ہوگئی تھیں لیکن حضرت غسل کے لئے اس حالت میں بھی تشریف لے گئے ۔ احقر بھی خادمانہ ہمراہ تھا ۔

حضرت نے ایک مرتبہ تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا کہ میں نے تقریباً دو سو مُردوں کو غسل دیا ہوگا اور مجھے اللہ کی ذات سے اس پر بڑے اجر کی امید ہے ۔

**حدیث** :۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر، برابر کا معاملہ کرنے والا ہو صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو دوسرے کے توڑتے پر صلہ رحمی کرے ۔

## حضرت اقدس کا واقعہ

(ذرا دل تھام کر پڑھنا اے متبع سنت دوستو!)

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے کہ میرا اور میرے چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ) کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنی ایک شبانہ حاضری کاندھلہ میں جملہ اعزہ کے گھروں میں جاکر ان سے ایک ایک دو دو منٹ کے لئے ضرور ملتے ۔ میرا کاندھلہ جانا

چھ ماہ، آٹھ ماہ میں ایک شب کے لئے ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا۔ اور اپنی عادت کے موافق سب گھروں کا چکر لگایا، میرے محترم عزیز برادر معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی مرحوم اس وقت کاندھلہ میں تھے۔ میرے ساتھ وہ بھی بادل نخواستہ میری خاطر میں مٹر گشت میں چل دیئے۔ میں ایک عزیز کے گھر گیا جو ایک معمولی سی بات پر اور محض غلط فہمی سے اپنے دل میں مجھ سے ناراض تھے جس کا مجھے احساس تک بھی نہ تھا۔ (جس کا مفصل قصہ آپ بیتی نمبر ۳ صفحہ ۷۹ میں آموں والا قصہ کے عنوان سے درج ہے یہاں اختصار کے خیال سے درج نہیں کیا) میں نے جاکر سلام کیا، انہوں نے منہ پھیر لیا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے مرحوم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ بھائی محمود کا اس وقت غصہ کے مارے چہرا سرخ ہو رہا تھا۔

میں نے ایک مونڈھا کھینچا اور ان عزیز کے قریب بیٹھ کر چلا آیا۔ انہوں نے میری طرف منہ نہیں کیا۔ جب وہاں سے واپس آرہا تھا راستے میں بھائی محمود نے کہا: بے غیرت بے حیا پھر بھی ان کے یہاں آئے گا؟

میں نے کہا ضرور آؤں گا، یہ ان کا فعل تھا جو انہوں نے کیا، وہ میرا فعل ہوگا جو میں کروں گا۔ ہمیں حدیث پاک میں "صِلْ مَنْ قَطَعَكَ" کا حکم دیا گیا ہے۔

مگر مالک کا ایک عجیب احسان یہ رہا کہ جس جس سے ابتداءً لڑائی رہی اس سے انتہاءً وہ تعلقات بڑھے کہ شاید و باید۔ یہ مرحوم عمر میں مجھ سے بڑے تھے آخر میں ان کا یہ اصرار رہا کہ "تجھ ہی سے بیعت ہوں گا۔ اور تیرے ہی پاس ٹھہر کر مروں گا"۔ اتنا بڑھا کہ حد و حساب نہیں۔

(ف) یہ اتباعِ شریعت و سُنّت کی برکت ہے کہ رحمٰن و ودود جل شانہٗ دلوں میں محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

---

# باب ششم

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت اور زہد و سخا کا بیان

قال اللہ تبارک وتعالیٰ : اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۔

وقال جل جلالہ : ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ الآیۃ

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ الآیۃ

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کا بیان

**حدیث :-** (ف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے۔ وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو اس باب میں ذکر ہوئی ہیں۔ اور ہم امتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ صحابہ کرام جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت و آرام سے کیا کام، میری مثال اس رہ گزر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستے میں ذرا آرام کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر آرام کر کے آگے چل دیا۔

**حدیث :-** امام محمد باقر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم آپ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی آپ چارپائی پر بھی آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بُنی ہوئی ہوتی حتیٰ کہ آپ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑجاتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

**حدیث**:۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا تھا۔

## حضرت اقدس کے بستر اور تکیہ کا معمول

حضرت اقدس کا ایک بستر چمڑے کا تھا جس میں پرال بھری ہوئی تھی۔ گدّے کی طرح یہ حضرت کے ذاتی کتب خانہ میں، جو حضرت کے تصنیف کا کمرہ اور خلوت خانہ بھی تھا۔ چاروں طرف کتب سے بھرا ہوا تھا، صرف بیٹھنے کی جگہ پر یہ بستر تھا جو جب بچھایا گیا تو پھر چالیس برس تک صفائی کے لئے بھی نہیں اٹھایا گیا۔ اور ایک بستر کچے گھر میں موٹے کھیس کا تھا جس میں ایک چمڑے کا تکیہ بھی سما تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔ یہی بستر لپیٹ کر بطور تکیہ چارپائی کی پائنتی رکھ دیا جاتا۔ اسی پر حضرت ٹیک لگا کر خالی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور ٹیک اکثر بائیں جانب دیکھی گئی ہے۔

## حضرت اقدس کا سُوٹ کیس

اسی طرح " اثاث البیت " میں سے مثال کے طور پر حضرت کے صرف سوٹ کیس کا ذکر کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں جس کنستر میں بند ہو کر آتی تھیں اسی میں سے ایک کنستر کو ڈھکن اور کنڈی لگوا کر اپنے کپڑوں کے لئے بطور صندوق استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ گٹھڑی میں کپڑے رکھنے میں چوہوں کے کاٹنے اور سہارنپور کی مرطوب آب و ہوا میں کیڑوں سے بچاؤ مشکل تھا۔

**حدیث**:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔ (ابوداؤد)

**حدیث**:۔ ازواج مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹوں کے تھے جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی کی نگاہ اندر نہ جاسکے۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر میں تشریف لے گئے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت کچھ ثروت حاصل تھی انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کچی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔

**حدیث**:۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہو گئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔

ایک **حدیث** میں ارشاد ہے:

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرِي السَّبِيلِ"

یعنی دُنیا میں ایسے رہو جیسے کہ مسافر یا راہ گزر۔

## مندرجہ بالا چاروں احادیث کے مطابق حضرت اقدس کا عمل

**کچا گھر** ــــــ حضرت شیخ دام مجدہم کی کئی پشتوں سے وجاہت، مرجعیت،

خاندانی ریاست اور ذرائع آمدنی کے علاوہ حضرت کے یہاں مہمانوں کی کثرت، اپنے گھر کے افراد اور کنبہ کی وسعت وغیرہ بہت سے امور کا تقاضا تھا کہ حضرت کا مکان بڑا اور عالیشان ہوتا۔ مگر سنت نبوی کے اس عاشق صادق کا گھر کم سے کم ضرورت اور مجبوری کا تھا جو پہلے کچی اینٹوں کی ایک کوٹھڑی تھی۔ اس لئے اب تک اس کا نام ہی کچا گھر مشہور ہے۔ حضرت کا یہ مکان اپنی دیواروں کے بغیر ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین دیواریں ملحقہ مکانات کی ہیں۔ احقر نے جب پہلی دفعہ یہ مکان دیکھا تو کوٹھڑی کے اندر ایک دیوار پر "پرنالے" کا نشان قائم تھا۔ سوچا کہ یہ پرنالہ اندر کیوں بنایا ہوگا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ دیوار دوسرے مکان کی ہے اور موجودہ جگہ پہلے خالی تھی۔ اسی طرح باقی دو دیواریں بھی دوسروں کی ہیں ان کے درمیان چھت ڈال کر مکان بنایا گیا ہے۔

جس چھوٹے سے مردانہ حجرے میں حضرت کا شب و روز قیام، بیت الخلاء غسل خانہ اور مجلس کے لئے اینٹوں کے دو "دکے" جن پر ٹاٹ بچھتا تھا۔ درمیان میں حضرت کی چارپائی تھی۔ اسی مکان میں حضرت کے مہمانوں کا کھانا بھی ہوتا تھا جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی قسطوں میں ہوتا تھا۔ حضرت اقدس شروع سے آخر تک سب کے ساتھ شریک دسترخوان رہتے۔

معمولی درجے کی چھت آخر کب تک چلتی، جب چھت کی کوئی کڑی بوسیدہ ہو کر گرنے کو ہوتی تو حضرت لکڑی کی ٹال سے ایک "بلی" منگوا کر کڑی کے نیچے ٹیک لگوا دیتے پھر جب کوئی دوسری کڑی گرنے کو ہوتی تو اسی طرح دوسری ٹیک لگا دی جاتی۔ اس طرح کمرے میں کئی بلیاں کھڑی تھیں۔ کمرے کے باہر جہاں وضو اور مجلس ہوتی تھی اس کی ایک دیوار بارش سے سیاہ تو تھی ہی بوسیدہ ہو کر درمیان سے جھکی ہوئی تھی اور کئی سالوں سے گرنے کے لئے تیار تھی۔ حضرت کو جب کوئی خادم اس کی مرمت کے لئے

کہتا تو چپکے سے فرماتے کہ کتنے دن تو یہاں رہنا ہے یا اُس جگہ چلے جائیں گے (یعنی آخرت میں) یا اُس جگہ (یعنی حجاز مقدس میں) کہ ہمیشہ سے دونوں جگہ کا شوق، فکر اور رِقت یاد رہتی ہے۔

حضرت سے یہ بھی سُنا کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال یقین کے درجے میں رہا کرتا تھا کہ نہ معلوم مرمت ہونے تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں؟ پھر مرمت سے کیا فائدہ؟ سبحان اللہ موت کا استحضار کس درجہ حضرت پر رہتا تھا۔

صرف خدمتِ دین کے لئے سہارنپور کا قیام تھا۔ حتیٰ کہ سہارنپور کو اپنا وطن بنانے کی نیت نہیں کی۔ مسافرانہ ہی قیام رہا۔ آخر کئی سالوں کے بعد اور جب کسی نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس دیوار کے نیچے مہمان اور اکابرین حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی جیسے بھی بیٹھتے ہیں تو اس پر مرمت کروادی۔

ایک دفعہ حضرت اقدس رائپور وغیرہ کے سفر میں تھے۔ تو حضرت کے جان نثار خادم خاص اور منیجر کتب خانہ اور مہمانوں کے انتظامات کے مہتمم مولوی نصیر الدین مرحوم نے دروازے پر خوب صورت چھجہ بنوالیا۔ جہاں پہلے پانی کی روک کے لئے ٹین پڑا تھا اور مکان کو سفیدی وغیرہ کروادی واپسی پر حضرت کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا اور خوبصورت چھجے کو اسی وقت توڑوادیا۔

## نانے ابا کا مکان دیکھا

یہاں ایک لطیفہ بھی بیان کرنا مناسب ہے۔

ایک دفعہ عاشقِ رسول حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی دفعہ حضرت کے یہاں مہمان ہوئے اور اسی کچی کوٹھڑی میں معہ سامان تشریف لاکر وہاں بچھے ہوئے بوریئے پر بیٹھ گئے۔ تو مکان کو اوپر نیچے سے دیکھ کر اپنی ظریفانہ عادت شریفہ کے مطابق مکان کی تعریف شروع کردی۔ فرمایا کہ

"اس کو دیکھ کر نانا ابا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی یاد تازہ ہوگئی۔"

اور حضرت شیخ سے فرمایا کہ :

"حضرت ! کیا عرض کروں کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی ۔ اسلاف کا دور آنکھوں کے سامنے پھر گیا"

## حضرت کا اتباعِ سُنّت میں جَو کی روٹی کھانا

حضرتِ اقدس نے کھانے پینے میں بھی کوئی ایک سُنت عمل کئے بغیر نہیں چھوڑی ۔ یہاں اختصار کے پیشِ نظر مختصر لکھا جاتا ہے ۔

کھانے سے اول اور بعد ہاتھ دھونا سُنّت ہے ، جس کا بہت ہی اہتمام دیکھا گیا اس سُنّت کا رواج بھی آج کل چمچوں اور ٹشو پیپروں کی وجہ سے بہت کم ہو رہا ہے ۔

مولانا یوسف متالا صاحب لکھتے ہیں کہ

تیسرے سال حضرت نے جَو پسوا کر روزانہ دوپہر کو جَو کی روٹی کھانا شروع کی ۔ بلا ناغہ کئی ماہ تک یہ معمول مسلسل چلتا رہا کر بڑے عشق کے ساتھ اور مزے لے کر حضرت وہی جَو کی روٹی اتباعِ سُنّت کی نیت سے کھاتے رہے ۔ اور مہمانوں کے لئے جو گیہوں کی روٹیاں بھی پکتی تھیں اس میں بھی تھوڑا سا جَو کا آٹا ملانے کا اہتمام فرمایا تھا ۔ اسی طرح ٹھنڈے میٹھے پانی کا اہتمام فرمانا جو حدیثِ پاک میں آیا ہے ۔ حضرت کے ہاں بھی ٹھنڈے پانی کا بہت اہتمام رہا ۔

مولانا عبدالرحیم متالا صاحب اپنے حضرت کے یہاں قیام کا بتاتے ہیں کہ حضرت روزانہ صبح کے وقت شہد اور کلونجی نوش فرمایا کرتے تھے ۔ اور سرکہ کے استعمال کا معمول بھی بہت رہا ان سب چیزوں کے استعمال کا احادیث میں ذکر آیا ہے ۔ ایک حدیثِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدّو کے مرغوب ہونے اور شوربے میں سے چن کر کھانے کا ذکر بھی ہے ۔ چنانچہ احقر مدینہ پاک میں مہمانوں کے لئے جب کھانا اتارتا تو سالن میں سے کدّو کے قتلے چُن کر ایک طشتری میں حضرت اقدس کے لئے لے جاتا ۔ حضرت بہت ہی مسرت کے ساتھ قبول فرما کر نوش فرماتے ۔

احقر نے حضرت کو کبھی اکیلے کوئی چیز کھاتے آج تک نہیں دیکھا۔ مگر سہارنپور کے ابتدائی قیام میں کبھی کبھی جب مہمان کم ہوتے تو بعض اوقات حضرت ان سب کو حضرت رائے پوریؒ کی زیارت کے لئے رائے پور جانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن کوئی بھی مہمان نہ تھا اور خود مولانا عبدالحفیظ صاحب تو وہاں طالب العلم تھے مہمان نہ تھے مگر ان کا کھانا حضرت کے ساتھ ہی ہوتا رہا۔ اس دن محض دال اور روٹی دسترخوان پر آئی۔ تو حضرت نے ان کو فرمایا۔ بھائی! ہمارا کھانا تو یہی ہے۔ اور وہ جو تم روزانہ دسترخوان پر رونق دیکھتے ہو، وہ مہمانوں کی مد میں ہوتا ہے اور مہمانوں کے اکرام کی بہت سی احادیث میں تاکید و فضائل ہیں

**حدیث**: "شیم الحبیب" میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی تو آپ کی "زرہ" رہن رکھی ہوئی تھی۔

(ف) اس زرہ کا نام "ذات الفضول" ہے وہ اپنی وسعت کی وجہ سے اسی نام سے مشہور تھی۔ یہ زرہ ابوالشحم یہودی کے پاس تیس صاع میں رہن تھی (ایک صاع میں تقریبًا ساڑھے تین سیر غلہ آتا ہے)۔

حدیث بالا میں مندرجہ ذیل امور یہاں قابل لحاظ ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کی تنگی معیشت کا یہ حال وفات شریف تک رہا۔ جیسا کہ لباس کے بیان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات گزر چکیں۔ جس میں کہ انہوں نے پیوند لگی ہوئی چادریں دکھائیں کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔

"شیم الحبیب" سے ماخوذ ہے کہ آپ کو تمام خزائنِ روئے زمین اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالمِ کشف میں) عطا کی گئیں تھیں۔ اور آپ کی حیات مبارکہ ہی میں (فتح مکہ کے بعد) بلادِ حجاز اور یمن اور تمام جزیرۂ عرب اور نواحئ شام و عراق فتح ہو چکے تھے۔

اور آپ کے حضور میں شرعی ضابطہ کے لحاظ خمس اور صدقات اور عشر (دوسروں پر تقسیم کرنے کے لئے کافی تھے) حاضر کئے جاتے تھے۔ اور سلاطین کی طرف سے ہدایا اور نذرانے بھی پیش کئے جاتے تھے۔ بہت سے خواص صحابہؓ کو تجارت و زراعت کی وجہ سے بھی مالداری حاصل تھی۔ اس سب کو آپ نے لوجہ اللہ صرف فرمایا اور مسلمانوں کو غنی کر دیا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آئی کہ میرے لئے "کوہِ اُحد" سونا بن جائے۔ اسی کمال سخاوت کی وجہ سے آپ مقروض بھی رہتے تھے۔ اکثر تو تنگی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں نے فاقے کئے۔ مگر بعض اوقات مہمانوں اور متعلقین کی خاطر قرض بھی لینا پڑا۔ لیکن اس قدر تنگیٔ معیشت کا اتنا اخفاء بھی تھا کہ خواص جاں نثار صحابہ کرام علیہم الرضوان تک کو اس حالت کی خبر نہ ہوتی تھی۔ اسی لئے تو یہودی سے قرض لینے کی نوبت پڑی۔

اس میں ایک تکوینی مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ قرض اور رہن کے مسئلے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل وجود میں آ گیا۔ بہرحال آپ کی تنگیٔ معیشت اختیاری تھی اور بوجہ جود و سخا کے تھی۔

چنانچہ حدیثِ پاک میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے اتنی کثرت سے واقعات آتے ہیں کہ احاطہ نہیں ہو سکتا۔ "خصائل نبوی" میں ہے کہ بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینے کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینے میں جس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لا کر آپ کو کلام اللہ شریف سناتے، تو اس وقت آپ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

(ف) اس ہوا کے ساتھ تشبیہ، تیزی اور سرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی، جتنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت چلتی تھی، یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا، جتنی عام حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تھی۔ بارش کے ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت؟ یہ صرف مادّی چیزوں کو اگانے والی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارش ظاہر و باطن ضروریاتِ دنیویہ و دینیہ کو پوری کرنے والی تھی۔ یہ زمین کو زندہ کرتی ہے اور وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔

ترمذی شریف کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوّے ہزار درہم (جس کے تقریباً بیس ہزار روپے ہوتے ہیں) کہیں سے آئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بوریئے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کروا دیئے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں ہے تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے، جب میرے پاس ہوں گے میں ادا کر دوں گا۔

یہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی۔ اور رمضان المبارک کے اس وقت کا کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر کے پاس، افضل الکلام افضل ترین اوقات میں لے کر آنے کا وقت تھا، اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حق تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف تھے کہ اصل کمال، عاداتِ الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالےٰ شانہٗ کے یہاں اس ماہِ مبارک میں جس قدر رحمت اور انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو مرشدِ پاک کے رسالہ "فضائلِ رمضان" میں دیکھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیری لگی ہوئی دیکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات

کے لئے رکھ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہیں اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تم تک پہنچ جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالًا۔

یعنی اے بلالؓ! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

چنانچہ دوسری حدیث میں ربیعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔

## مذکورہ احادیث کے مطابق حضرت شیخ کا معمول

احقر نے اپنے آقا و مرشد حضرت اقدس شیخ دام مجدہم کا وہ زمانہ پایا کہ جس میں فتوحات کا زور بھی رہا اور تجارتی کتب خانہ بھی چل رہا تھا۔ اور مدینہ منورہ کے قیام میں اب سے تقریباً تین سال قبل تک جب کہ احقر دائمی مریض نہیں ہو گیا اور حساب رکھنے اور تقسیم کی خدمت کے قابل تھا۔ تو حضرت بلالؓ والی خدمت اکثر احقر ہی کے سپرد تھی۔ اور حدیث پاک کا اوپر والا ارشاد حضرت اقدس نے بندہ کے سامنے کئی بار دہرایا۔

انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالًا۔

اسی وجہ سے بندہ کو اس کا علم تھا کہ حضرت پر آج تک باوجود فتوحات کے زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی ہوگی۔ چنانچہ چند ہی روز ہوئے بندہ نے تصریحاً حضرت سے پوچھ لیا کہ حضرت پر کیا پہلے بھی کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی؟

توحضرت نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا :

"الحمدللہ کہ پہلے بھی کبھی نہیں ہوئی"

حضرت کی ذاتی تنگیٔ معیشت کا حال تو پہلے ابواب میں گزر چکا۔ اس کے ساتھ سستے زمانے میں ایک دفعہ بیالیس ۴۲ ہزار کا حضرت کا مقروض ہوتا تو میرے علم میں آ چکا تھا اور خدا جانے اور کتنا قرض ہوتا رہا ہوگا۔ جو کہ بندہ کے علم میں نہیں آیا۔ اور گزشتہ سال تو حضرتِ والا ۲ دولاکھ سے زیادہ کے مقروض ہو گئے تھے۔ کیونکہ افریقہ، لندن، ری یونین وغیرہ کے سفر میں اپنا اور اپنے ذاتی خدّام کے ٹکٹوں وغیرہ کے اخراجات خود برداشت کئے اور مدعوّین کی ٹکٹوں کی پیش کش کو قبول نہیں فرمایا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ ! اب یہ بھی علم میں آیا کہ اس وقت (۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ) حضرتِ اقدس پر کسی قسم کا قرض نہیں رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ حضرت کے جود وسخا کی برکت سے ہے۔ جس کی تفصیل تو بہت طویل ہے مگر یہاں اختصاراً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں جن کا بندہ کے علاوہ حضرت کے بعض متعلق خدام کو بھی علم ہے۔

بہت کچھ واقعات کے ذیل میں حضرت کے ذاتی روزنامچہ میں درج ہے۔ مثلاً آپ کی زندگی کے ابتدائی دور میں اپنی جدی جائیداد جو اس وقت سستے زمانے میں تقریباً چھتّر ہزار مالیت کی تھی (جو آج کل اتنے ہی لاکھوں کی ہوگی) اس کی دیکھ بھال سے یکسو رہنے کی خاطر اس کو بھی چھوڑ ہی دیا۔ تاکہ اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے حدیث پاک کے مشغلے کا ایک دن کا بھی حرج نہ ہو۔

۲ :- ایک دفعہ حضرت نے ایک محبوب خادم دین کو حج کی ترغیب دی۔ تو انہوں نے حسبِ مالی وسعت نہ ہونے کا عذر کیا تو حضرت نے بلاتکلف فرمادیا، یہ کون سی بات ہے۔ اور فرمایا ع

توُ مشقِ نازکر خونِ دوعالم میری گردن پر

چنانچہ وہ حضرت ہی کے عطایا سے بمعہ اہل و عیال حج کر کے آئے۔ اور اس کے بعد تو ان پر یہاں کی حاضری کا ایسا دروازہ کھلا کہ سال میں کئی کئی دفعہ تشریف لایا کرتے ہیں۔

رمضان میں جود و سخا کی جو کیفیت احادیثِ بالا میں آئی ہے، حضرت کے رمضان میں اس کا منظر دیکھنے والے کثرت سے موجود ہیں۔ خصوصاً بعد ظہر جب کہ سینکڑوں ذاکرین ذکرِ جہری میں مشغول ہوتے تھے اور دوسرے حضرات قرآن پاک کی تلاوت اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہوتے، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اعتبار سے عین انوارات اور رحمتوں کا وقت ہوتا ہے، حضرت والا بھی اس وقت اپنے معتکف میں قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اسی اثناء میں حضرت والا ایک ایک کو یاد فرما کر، لیکن بالکل تنہائی میں حدیثِ پاک کے ارشاد کے مطابق کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ داہنے نے کیا خرچ کیا۔ چپکے سے مرحمت فرماتے رہتے۔ پورے ماہِ مبارک میں اسی طرح سے بہت ہی انبساط اور مسرت و خوشی کے ساتھ حضرت والا کا یہ فیض (مادی و روحانی) جاری و ساری رہتا۔ ع

تیرا فیض کہاں عام نہیں ساقی

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ سہارنپور، کے پہلے ہفتے میں حضرت کے پاس ایک روز ایک لاکھ روپے کی رقم آئی۔ حضرت نے تین دن میں ساری رقم مساجد و مدارس وغیرہ میں عطیہ فرما دی۔ غالباً مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم کو حضرت کی ایک کتاب کی طباعت کے لئے کچھ رقم درکار تھی، انہوں نے تیسرے دن آکر رقم کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ ابھی تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہیں سے کچھ آئے گا تب دیں گے۔ (بروایت مولانا یوسف متالا صاحب جو حضرت کی معذوری کی وجہ سے رقم کی آمد و خرچ میں واسطہ تھے)۔

سستے زمانے میں ایک دفعہ جب کہ مہمانوں کے اخراجات کے منتظم نے حضرت

کو بتایا کہ چالیس ہزار خرچ ہو گئے جس میں مہمانوں کا خرچ اور عطایا سب شامل ہیں۔ اس قدر خرچ پر حضرت سے کسی نے تعجب کا اظہار کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ :

" اگر ذاکرین کے اس مجمع میں سے کسی کے منہ سے ایک دفعہ بھی اخلاص سے اللہ کا پاک نام نکل گیا ہوگا تو میرا سارا خرچ وصول ہو گیا "

اس کے بعد گرانی کے دور میں صرف ایک رمضان شریف میں پونے دو لاکھ سے کچھ اوپر خرچ ہوا۔ حدیثِ بالا میں بیس ۲۰ ہزار روپے تقسیم فرمانے کا ذکر بھی آیا ہے۔ الحمد للہ یہاں بھی حضرت کے ایک شاگرد رشید جو کہ پاکستان کے ایک مدرسہ میں ملازم ہیں۔ مدینہ منورہ کے ایک رمضان میں ان کو حضرت نے بیس ۲۰ ہزار کا یکمشت خفیہ طور پر عطیہ دیا۔ وہ چونکہ احقر کے دوست ہیں، وہ رعب کی وجہ سے حضرت کے سامنے تو کوئی عذر کر نہیں سکے لیکن میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے کہ آج حضرت نے مجھے بہت سے روپے دے دیئے۔ میں کیا کروں کہ وہاں بات کرتے بھی ڈر لگتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ حضرت کا عطیہ ہے اس میں ڈر کی کون سی بات ہے۔ انہوں نے کہا صوفی جی بہت ہی زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا بیس ۲۰ ہزار۔ میں نے جواب دیا کہ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی پتہ ہے کہ یہ اس شخص نے دیئے ہیں جو ایک پیسہ بھی بلا ضرورت اور بلا کسی خاص نیت کے خرچ کرنے والا نہیں، ان کے دل میں جو آتا ہے، انشاء اللہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے لہٰذا اطمینان رکھو۔

یہاں ایک لطیفہ بھی ہے کہ حضرت اقدس خرچ کرنے میں اپنی اس احتیاط کو بخل سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بخیل کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے پر کوئی پیسہ خرچ نہ کرے۔ دوسرا درجہ اس سے اوپر ہے کہ اپنے پر بھی خرچ نہ کرے۔ تیسرا درجہ اور سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کو پسند نہ ہو۔ اور میں اس تیسرے درجہ میں بخیل ہوں۔

پھر انہوں نے بتایا کہ مجھ سے مدرسہ کی ایک بڑی امانت ضائع ہو گئی ہے جس کا میرے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا۔ میں نے کہا بس خود ہی سمجھ لو بھائی۔

ایک مرتبہ حضرتِ اقدس کے پاس رقم آئی تو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے جب کہ تنہا بندہ ہی قریب بیٹھا ہوا تھا۔ پانچ ہزار ریال (پندرہ ہزار پاکستانی روپے) بندہ کو عنایت فرمادیئے اس وقت بندہ بعض اسفار میں اخراجات کی وجہ سے کچھ مقروض تھا۔ مگر اللہ کے فضل سے اس قرض کا کسی کو علم نہیں تھا، حتیٰ کہ قرض دینے والے کو بھی علم نہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں میرے پاس بہت سے حضرات کی امانتیں رہتی تھیں۔ جن میں سے خرچ کرنے کی مجھے اجازت امانت رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ بندے کو بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں۔

اسی طرح اپنے دوسرے خدام کو بھی مرحمت فرمائیں۔ اور دوسرے لوگوں کو اپنا نام ظاہر کئے بغیر دلوائیں جس کا کچھ حال اپنے رسالہ "عبرت آموز واقعات" میں لکھ چکا ہوں

گزشتہ چند سالوں میں کتبِ دینیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں لاکھوں روپے خرچ فرمائے۔ اکابر کی بعض کتب خود طبع کرائیں اور کچھ حضرت کے بعض خدام و اعزا، جو خدماتِ دینیہ میں بلا تنخواہ یا قلیل تنخواہوں پر کام کرتے ہیں انہوں نے جب چھپوانے کا ارادہ کیا، یا حضرت اقدس نے ان کو چھپوانے کا مشورہ دیا تو حضرت اقدس نے اس میں ان کی مالی امداد فرمائی۔ اسی طرح بعض عزیزوں کے ضرورت کے درجے کے رہائشی مکانات کے لئے بھی حضرت نے اعانت فرما کر صلہ رحمی کی فضیلت حاصل کی۔ جس کی قرآن و حدیث میں بہت ہی تاکید آئی ہے۔

تقریباً ایک سال سے زائد ہوا کہ اپنے ایک خادم کو چھیاسی ہزار ریال (یعنی ڈھائی لاکھ پاکستانی روپے) قرض لے کر مدینہ طیبہ میں زمین کا ٹکڑا خرید فرما کر عطا فرمادیا۔

اس میں سخاوت کے علاوہ ایک دوسری سُنّت پر بھی عمل ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے موقعہ پر مسجد شریف اور اپنے حجراتِ مبارکہ کے لئے زمین خرید فرمائی تھی۔

اس وقت اپنی ذات کے لئے ایک انچ زمین کا ٹکڑا اس عالمِ ربانی کی ملکیت نہیں ہے۔

سے تنگ نہ کر مجھے ناصح نادان اتنا
یا لاکے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

اللہ جلّ شانہٗ محض اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بندہ اور ناظرین کو اتباعِ سُنّت میں ایسے عشق اور شیدائیت کا کوئی ذرّہ نصیب فرمادے۔ آمین۔

**ضروری تنبیہ** آج کل قویٰ کے ضعف کی وجہ سے سُنّت کے مطابق فاقے کرنا، جَو کی روٹی، ٹاٹ پر سونا، ساری رات جاگنا وغیرہ جملہ امور میں مجاہدہ کے متعلق حضرت والا ایک تنبیہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یقیناً یہ وہ کمالات ہیں جس خوش نصیب کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے عطا فرمادیں اس کے لئے دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے اور آخرت کے لئے بیشمار درجات اور ترقی کا زینہ یہی چیزیں ہیں۔ لیکن اپنے تحمل کی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو "کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا"۔ زیادہ کے شوق میں آدمی تھوڑے سے بھی جاتا رہتا ہے۔ اس لئے ان سب چیزوں کی طرف دل کو رغبت دینے کے ساتھ ان چیزوں کے اور اس طرزِ زندگی کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ اور ان امور کو نہایت وقعت اور محبت سے دیکھنے کے ساتھ عمل اتنا ہی کرنا چاہئے جتنا اپنے اندر تحمل ہو۔ بیمار آدمی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھائے گا تو جلدی مرے گا۔ ہم لوگ نفس کی بیماریوں کے بیمار ہیں۔ اعضاء اور قویٰ کے ضعف کے مارے ہوئے ہیں۔ اس لئے صحت کی تمنا اور کوشش، سعی اور رغبت کے ساتھ ایسی کوئی چیز عملی طور پر اختیار نہ کرنا چاہئے جو اس حالت سے بھی گرادے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرتِ اقدس کی یہ ساری تنبیہ ہماری بیماریوں، کمزوریوں کی وجہ سے ہے۔ یعنی فاقے کرنا، مسلسل روزے رکھنا، ساری رات عبادت میں جاگنا

روزانہ کا ایک قرآن پڑھنا، جَو کی روٹی کھانا وغیرہ مجاہدات کے متعلق ہے۔ لیکن ضرورت کے مطابق روٹی سالن کے علاوہ فضول زبان کے چٹخارے، رہنے کے لئے ضروریات کے مطابق ایک مکان کے علاوہ کوٹھیوں اور بلڈنگوں پر بلڈنگیں بناتے رہنا، ضروریات کے لئے سالوں کا سرمایہ جمع ہونے کے باوجود مال کی بڑھوتری (زیادتی) ہی میں سرگرداں رہنا، اسی طرح راہِ خدا میں خرچ کرنے کے وقت صرف زکوٰۃ ہی نکالنے پر اکتفاء کرنا یا آمدنی کے تناسب سے بہت اقل قلیل خرچ کرنا، اسی طرح ہر شعبۂ حیات میں اصل مقصدِ زندگی اور سُنّت کے مطابق طرزِ زندگی کے بجائے تنعمات ہی میں اپنی عمر ضائع کرنا، صالحین اور سُنّت کے دلدادہ حضرات کا شیوہ نہیں ہے اگرچہ یہ مباح ہے لیکن اصل اس میں یہی ہے کہ

ایاك والتنعم فان عباد الله لیسوا بمتنعمین (الحدیث)

ترجمہ: "تنعم سے بچتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ کے (خاص) بندے ناز و نعمت کی زندگی کو پسندیدہ نہیں رکھتے"

انشاء اللہ اربعین کے دوسرے مجموعہ میں زندگی کی سُنتیں اور سُننِ شرعیہ کو مفصل بیان کیا جائے گا۔ جن پر اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس نے عمل کر کے دکھایا۔ حضرت کی فضائل کی کتب کے مؤثر ہونے کا راز بھی یہی عمل کرنا ہے۔

یہاں پر عام سے ایک خیال، پست ہمتی پیدا کیا کرتا ہے کہ حضرت شیخ کی طرح کون ہو سکتا ہے وہ تو سارے عالم میں ایک ہی شخصیت ہے۔ مگر یہ تہی دست راقم الحروف اپنے پر بڑی حسرت و ندامت کے ساتھ حضرت کے بعض دوسرے خدام کے متعلق بڑی مسرت سے عرض کرتا ہے کہ حضرت کی تربیت اور فیضِ صحبت سے ہندو پاک، حجاز اور یورپ و افریقہ وغیرہ ممالک میں بعض خوش قسمت ایسے خدام موجود ہیں جو زندگی کی سُنتوں پر عامل ہیں۔ لیکن بعض عبادات میں، بعض جود و سخا میں، بعض اخلاق و عادات میں ممتاز ہیں۔ ان میں بعض شہرت نہ ہونے کی وجہ سے مستور الحال ہیں۔ اس لئے

ان کی پاک مسنون زندگی پر ناواقفوں کو توجہ نہیں ۔

البتہ زندگی کے سارے ہی شعبوں میں جامعیت بے شک حضرت ہی کا حصّہ ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔

قرآن و حدیث میں اتباعِ سُنّت کا حکم اور ترغیب قیامت تک کے لئے سب ہی کو ہے لہٰذا نفسانی و شیطانی حیلوں اور لغو وہمات کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے وسعت کے مطابق اپنی زندگی کو سُنّت کے مطابق بنانے کی پوری پوری کوشش کرتے رہنا چاہیئے ۔ وما توفیقی الا باللہ ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمّد وآلہٖ وصحبہ وبارك وسلم تسلیماً کثیراً ۔

محمد اقبال مدینہ منورہ
۷ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ ہجریہ

# تصنیفاتِ عالیہ و تالیفاتِ مبارکہ

برکۃ العصر، قطب العالم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی (۱) اپنی تصانیف (۲) اور وہ تصانیف جو حضرتِ والا کے امتثالِ امر میں حضرت والا کی خواہش کے مطابق حضرت والا کے معتمدین نے حضرت والا کے خزینۂ علم سے استفادہ کرتے ہوئے لکھیں:-

۱- تاریخ مشائخ چشت
۲- خصائلِ نبوی شرح شمائل ترمذی
۳- حکایاتِ صحابہؓ
۴- فضائل ذکر
۵- فضائل نماز
۶- فضائل قرآن مجید
۷- فضائل رمضان
۸- اکابر کا رمضان ضمیمہ فضائل رمضان
۹- فضائل تبلیغ
۱۰- فضائل درود شریف
۱۱- فضائل حج
۱۲- فضائل صدقات - حصہ اول
۱۳- فضائل صدقات - حصہ دوم
۱۴- فضائل تجارت
۱۵- فضائل عربی زبان
۱۶- موت کی یاد
۱۷- تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات
۱۸- مکتوباتِ شیخؒ بنام اکابرین
۱۹- مکتوبات تصوف
۲۰- مکتوبات علمیہ
۲۱- معارف الشیخ

۲۲- کتبِ فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
۲۳- الاعتدال فی مراتب الرجال
المعروف بہ اسلامی سیاست
۲۴- خوانِ خلیل (ضمائم)
۲۵- قرآن مجید اور جبریہ تعلیم
۲۶- حجۃ الوداع و عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۷- تقریر بخاری شریف
۲۸- آپ بیتی (اوّل تا ساتؔ)
۲۹- تاریخ مظاہر العلوم
۳۰- مقدمہ ارشاد الملوک
۳۱- مقدمہ اکمال الشیم
۳۲- داڑھی کا وجوب
۳۳- اختلاف الائمہ
۳۴- رسالہ اسٹرائک
۳۵- شریعت و طریقت کا تلازم
۳۶- اکابر علماءِ دیوبند
۳۷- فتنۂ مودودیت
۳۸- نسبت و اجازت
۳۹- تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن
۴۰- نصائحِ حج و مکتوب گرامی
۴۱- تین مکتوب (اضافات مفیدہ)

۴۲- معمولاتِ رمضان
۴۳- مکاتیب حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ
۴۴- ملفوظات " "
۴۵- حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت
۴۶- سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ
۴۷- سوانح حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ
۴۸- تذکرۃ الخلیلؒ
۴۹- فتاویٰ خلیلیہ
۵۰- حیاتِ خلیلؒ
۵۱- تکملہ الاعتدال فی مراتب الرجال
۵۲- انعام الباری شرح اشعار البخاری
۵۳- وصایا امام اعظم ابوحنیفہؒ
۵۴- مکتوباتِ شیخ الاسلام بسلسلۂ مودودیت
۵۵- حقوق الوالدین
۵۶- فضائلِ صحابہؓ
۵۷- حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ
اور تبلیغی جماعت
۵۸- سفرنامۂ افریقہ
۵۹- حضرت شیخؒ کی دینی فکر
۶۰- تنقید و حق تنقید
۶۱- اکابر کا سلوک و احسان

۶۲- اکابر کا تقویٰ
۶۳- آداب الحرمین
۶۴- ابتدائی اذکار و اشغال برائے متوسلین حضرت شیخؒ
۶۵- فیضانِ شیخ
۶۶- منتصر الحزب الاعظم
۶۷- اُمّ الامراض
۶۸- ذکر و اعتکاف کی اہمیت (محمود رسائل ثلاثہ)
۶۹- محبّت (جدید اڈیشن باضافہ
۷۰- کتاب الصلوٰۃ
۷۱- حضرتِ اقدسؒ کے وصال کے بعد
۷۲- محبوب العارفین
۷۳- بہجۃ القلوب فی مبشرات النبی المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم
۷۴- شجرہ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی
۷۵- فضائل لباس (اردو)
۷۶- فضائل لباس (انگریزی)
۷۷- حضرت شیخؒ اتباعِ سنت کی روشنی میں (اردو)
۷۸- " " " (انگریزی)
۷۹- مجالس ذکر
۸۰- صقالۃ القلوب
۸۱- سوانح حضرت شیخؒ از مولانا علی میاں
۸۲- الفرقان خصوصی نمبر حضرت شیخؒ
۸۳- خُدّام الدین "
۸۴- چہل حدیث درود شریف
۸۵- منزل برائے دفع سحر
۸۶- معمولات کا پرچہ

## عربی تصانیف

۸۷- بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد
۸۸- الکوکب الدری علی جامع الترمذی
۸۹- لامع الدراری علی جامع البخاری
۹۰- اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک
۹۱- الابواب والتراجم للبخاری
۹۲- الحل المفہم لصحیح مسلم
۹۳- جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۴- الحظ الاوفر فی الحج الاکبر
۹۵- الشریعۃ والطریقۃ
۹۶- وجوب اعفاء اللحیۃ
۹۷- اہمیۃ التصوف والسلوک فی الاسلام
۹۸- الاستاذ المودودی ونتائج بحوثہ وافکارہ
۹۹- الشیخ محمد الیاس ودعوتہ الدینیۃ

# تبلیغی نصاب (سیٹ) مکمل

فضائلِ درود شریف

حکایاتِ صحابہؓ — فضائلِ ذکر

فضائلِ نماز — فضائلِ قرآن مجید

فضائلِ تبلیغ — فضائلِ رمضان

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

## زادِ حج

حج کی سعادت پانے والے حضرات کے لیے گرانقدر تحفہ

۱- فضائل حج — ۵- حج کے پانچ دن

۲- مختصر الحزب الاعظم — ۶- ادائیگی عمرہ

۳- نصائح حج — ۷- چہل حدیث درود شریف

۴- زبدۃ المناسک — ۸- طواف وسعی کی تسبیح

## چند اہم تصنیفات

۱- حیاۃ الصحابہؓ از مولانا محمد یوسف صاحبؒ

۲- امانی الاحبار شرح معانی الآثار ۳- تعلیم الاسلام - مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

۴- آئینۂ نماز از مفتی سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم

۵- زبدۃ المناسک از حضرت گنگوہیؒ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۶ بہادر آباد - کراچی ۵

یا ودود

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي

# محبت

(جدید ایڈیشن مع اضافات)

از افادات

سرحلقۂ عشاق، شاہ محبوبانِ جہاں، عارف باللہ، برکۃ العصر، قطب العالم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا المہاجر المدنی قدس اللہ سرہٗ

○ محبت کا راز — ○ محبت کی لذت
○ محبت کا حصول — ○ محبت و نفرت کا تلازم

مرتبہ

محمد اقبال (مدینہ منورہ)

ناشر:- مکتبۃ الشیخ رح - ۳/۳۶۷ - بہادر آباد - کراچی ۵